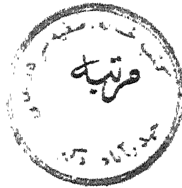


بسلسلہ مطبوعات مجلس قاسم المعارف نمبر ۱

تعلیم ہند



مرتبہ

اراکین مجلس قاسم المعارف

دیوبند یوپی

الاہداء

ہم یہ تعلیمی تاریخی عرق ریزیاں جو چند ناتجربہ کار قلموں کی گردش کا نتیجہ ہیں شیخ الہند حضرت مولانا مولوی محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ عالی میں بطور عقیدت پیش کرتے ہیں۔ درحقیقت یہ سب کچھ حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ہی فیوض کا ادنیٰ ترین نتیجہ ہے۔ نیز آپ ہی کی عملی تربیت سے ملک خصوصاً علماء کرام ان حقائق تاریخیہ سے بڑی حد تک آشنا ہوئے ہیں۔

خدام ملت

اراکین

القاسم المعارف

دیوبند (یوپی)



مقدمہ

از عالیجناب حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عتیق الرحمن صاحب عثمانی مفتی دیوبند

"نقشِ حیات" جس کے تعارف کے لئے مجھے مامور کیا گیا ہے۔ امیر الہند حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی کی مختلف یادداشتوں کا ایک مخصوص اور حیرت انگیز مجموعہ ہے۔ جسے اراکینِ مجلس قاسم المعارف مہذب و مرتب کر کے مجلس کی طرف سے شائع کر رہے ہیں۔

گویا تالیف کا اصل مواد تمام تر حضرت مولانا مدظلہ کی یادداشتیں ہیں اور ترتیب و تعبیر مؤلفین کی۔ اراکین مجلس کے حسنِ انتخاب کی لامحالہ داد دینی پڑتی ہے کہ انہوں نے مجلس کا افتتاح ایسے اہم اور مفید کام سے کیا۔

ہندوستان کی موجودہ فضا میں "تعلیمی ہند" کی اشاعت میرے خیال میں وقت کی اہم ترین ضرورت اور ملک و قوم کی عظیم الشان خدمت ہے۔

آتشبار تقریروں اور ہنگامہ خیز لکچروں کی انقلاب آفرینیاں بجائے خود کتنی ہی مفید اور جاذب توجہ ہوں لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ اس نوع کے پراز معلومات مضامین کی اشاعت کا افادہ وقتی ہنگاموں کے فائدہ سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔

"تعلیمی ھند" حکومت موجودہ کی برکات کا ایک صاف و شفاف آئینہ ہے جس میں حکومت کے خط و خال پوری شان دلربائی سے اہل ہند کو دعوت نظارہ دے رہے ہیں۔

قلت وقت کی وجہ سے مجھے ساری کتاب دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا کیونکہ تحریر مقدمہ کے لئے مجھسے اسوقت کہا گیا جبکہ مسودہ کی آخری کاپی بھی منطبع ہوچکی ہے۔ صرف مقدمہ کے چند صفحات کی طباعت باقی ہے۔ ایسے تنگ وقت میں کتاب کا نہ پورا مطالعہ ہوسکتا ہے۔ نہ کوئی بسیط مقدمہ لکھا جاسکتا ہے۔

تاہم سرسری طور پر جتنے حصہ کا مطالعہ کرسکا ہوں اس کی روشنی میں کہہ سکتا ہوں کہ "تعلیمی ھند" اپنی نوعیت کی سب سے پہلی تالیف ہے جس کی سطر سطر اور لفظ لفظ میں تیرہ نصیب ہندوستانیوں کے لئے بصیرت و عبرت کا ایک دفتر پنہاں ہے۔

کتاب کا مقصد جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے ہندوستان کی تعلیمی حالت کا مکمل اور عبرتناک نقشہ پیش کرنا ہے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے موضوع کا کوئی بعید سے بعید گوشہ بھی ایسا نہیں جس پر سیر حاصل تبصرہ نہ کیا گیا ہو،

تحریر کا سب سے زیادہ دلچسپ اور مؤثر پہلو یہ ہے کہ بحث کے ایک ایک حصہ پر بڑے بڑے انگریزوں کی ناقابل انکار شہادتیں پیش کی گئی ہیں

یہی نوعیت بیان ہے جس سے مباحث کتاب ٹھوس اور زبردست معلومات کا ذخیرہ بنگئے ہیں۔ ہمارے ملک کا یورپ زدہ اور گم کردہ راہ تعلیم یافتہ طبقہ جو انگریزی حکومت اور انگریزی تہذیب وتعلیم کی مدحت سرائی کو اپنا وظیفۂ حیات سمجھتا ہے اور جس کے اعتقاد میں "جہل کدہ ہند" صرف انگریزوں کے لائے ہوئے علوم وفنون کی برکت سے آج تہذیب وتمدن کی حدود میں قدم رکھنے کے قابل ہوا ہے۔ اگر بصیرت کی آنکھ سے ان حقائق کا مطالعہ کرے گا جو خود ان کے آقایان تعلیم وتہذیب کی زبان وقلم کا مجبورانہ اعتراف ہیں تو اس بصیرت افروز مجموعہ میں انکو اپنی ہدایت کا بہت کچھ سامان مل سکتا ہے۔

انگریزوں کے نزول اجلال سے قبل مظلوم ہندوستان کی تعلیمی نوعیت کا نقشہ کیا تھا۔ اور اس ورود مسعود کے بعد یہاں کی تعلیمی فضا کس طرح تاریک ہوئی؟ علمی فضاء کی ہیبتناک تاریکی کے بعد نظام تعلیم کس ناپاک مقصد سے قائم کیا گیا؟ اور اس کا نتیجہ کس درجہ تباہ کن اور ہولناک ثابت ہوا؟ یہ اور اس طرح کے کتنے ہی حقائق ہیں جن کا پردہ کتاب کے مطالعہ سے کچھ اس طرح چاک ہوجاتا ہے کہ حکومت کے ادعاء استحقاق جہانبانی کو منہ چھپانے کے سوا چارہ کار نہیں رہتا۔

آخر میں اراکین مجلس کی خدمت میں یہ درخواست ہے کہ **امیر الہند حضرت مولانا سید حسین احمد** مدظلہ کی اس نوع کی دوسری یادداشتیں جن کا تعلق اقتصادیات سے ہے اور جن کا معتدبہ ذخیرہ حضرت مولانا کے پاس محفوظ ہے۔ ضرورت ہے کہ اسی عمدہ ترتیب وتہذیب کیساتھ کتابی صورت میں شائع کیجائیں۔

تعلیمات کا تعلق بہرحال ایک خاص طبقہ سے ہے اس موضوع سے اسی کو دلچسپی ہوسکتی ہے لیکن **اقتصادیات** یعنی تجارت، صنعت، حرفت وغیرہ یہ وہ موضوع ہیں جو تمام ملک کیلئے یکساں طور پر مفید ہیں۔

مولانائے محترم نے اپنی سیاسی زندگی میں ان مسائل پر بیش بہا معلومات کا جو ذخیرہ بہم پہونچایا ہے۔ وہ یقیناً اس لائق ہے کہ تمام ملک اس سے مستفید ہو اور حکومت متسلطہ کی برکات کی تفصیلات سے اہل ہند اچھی طرح روشناس ہو جائیں۔

عتیق الرحمن عثمانی

دہلی۔ ۱۶ر جمادی الاولی ۱۳۵۳ھ

موجودہ حکومت سے پہلے ہندوستان کی تعلیمی حالت

کہا تو یہ جاتا ہے کہ انگریز ہندوستان میں آئے تو یہ وہ وقت بھی ساتھ لائے جب سے ہندوستان میں ان کے قدم جمے ہر طرف ترقی کے آثار نمودار ہونے لگے۔ وہ حضرات جہاں کبھی علم کا چراغ نہیں جلا تھا پڑھے لکھے اور قابل ہو گئے وہ حضرات جن کے آباؤ اجداد کے کان کبھی الف با کی آواز سے آشنا نہ ہوئے تھے وہ ان کے عہد میں تعلیم پا کر ... اور گھوڑے پر سوار ہو کر دنیا پر حکومت کرنے لگے۔ اس ترقی کا پردہ تو آگے صفحات سے چاک ہوگا اس وقت تو ہمیں یہ بتلانا ہے کہ انگریزوں سے پہلے جبکہ یہاں اسلامی حکومت تھی اس دور میں ہندوستان کی تعلیمی حالت کیا تھی۔

آج جہاں اسلامی حکومت کو اور طریقوں سے بدنام کیا جا رہا ہے وہاں یہ کہتے ہوئے بھی سنا جاتا ہے کہ ہندوستان میں اتنے زمانہ تک مسلمانوں نے حکومت کی لیکن ہندوستان کی فضا میں کبھی علم کی روشنی نہ پہنچی، ہندوستان کے باشندے جاہل کے جاہل ہی رہے، مسلمانوں نے اس کی سعی کبھی نہ کی کہ ہندوستان میں علم کا چرچا ہو جو قوم و ملک کی ترقی کے لئے سب سے زیادہ ضروری چیز ہے۔

ان غلط واقعات کی اشاعت صرف زبانی ہی نہیں کی گئی بلکہ اسی قسم کے مضامین کی کتابیں لکھوائی گئیں اور ان کو اسکولوں اور کالجوں کے نصاب تعلیم میں داخل کیا گیا، تاکہ ایک ہندوستانی خواہ ہندو ہو یا مسلمان جب اسکول اور کالج سے اپنی تعلیم پوری کر کے کنارہ کش ہو تو ساتھ ہی ساتھ اپنے اسلاف اور قدیم حکومتوں سے بھی کنارہ کش اور بدظن ہو جائے۔

لیکن کیا کیا جائے کہ واقعات اس کے خلاف ہیں اور خود انگریز مورخوں کے اقوال ہمیں بتلا رہے ہیں کہ عہد حکومت ہائے سابقہ میں ہندوستان کا تعلیمی معیار موجودہ دور سے بہت ہی زیادہ بلند تھا۔ تعلیمی انتظامات اس زمانہ کے بہت ہی بہتر اور وسیع پیمانہ پر تھے۔ چنانچہ جان میٹ لکسینر عہد حکومت اسلامی میں قومی تعلیمات کی موجودگی کا ان الفاظ میں اعتراف کرتا ہے:

"یہ بالکل ظاہر ہے کہ جب انگریزوں نے ہندوستان پر اپنا قبضہ جمایا تو اس زمانہ میں قومی تعلیم کا سلسلہ بہت کافی طور سے موجود تھا"

لالہ لاجپت رائے نے اپنی کتاب " ان ہیپی انڈیا" میں سرشتہ تعلیم کے افسران کے حوالے سے ثابت کیا ہے کہ زمانہ سابق میں ہندوستان میں خواندوں کی تعداد موجودہ زمانہ سے زیادہ تھی۔"

غرض حکومت ہائے سابقہ کے دور میں تعلیم کا نظام اس درجہ ہمہ گیر تھا کہ تقریباً ہندوستان کے ہر گاؤں میں مدرسے ہوا کرتے تھے اور عام طریقے پر بچے لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اور اسی پر بس نہیں بلکہ اس مختلف فنون میں خاص مہارت ہوا کرتی تھی لیکن موجودہ حکومت کی انسان کش پالیسی نے اپنی شرمناک اغراض یعنی مسلمانوں کو بدنام اور اپنی جڑیں مضبوط کرنے کی خاطر، اس قدیم نظام تعلیم کو برباد اور ان پرانے مدارس کو بالکل فنا کر دیا چنانچہ ان حقیقتوں کا اظہار مسٹر لڈلو اپنی کتاب تاریخ برطانوی ہند، میں، ان الفاظ سے کرتا ہے

"مجھے یقین ہو کہ ہندوستان کے ہر گاؤں میں جو اپنی قدیم شان اور حیثیت کو قائم رکھے ہوئے تھا عام طور پر بچے لکھ پڑھ سکتے تھے، اور حساب میں ان کو خاص مہارت ہوتی تھی لیکن ہم نے بنگال کی طرح جہاں، جہاں دیسی سسٹم فنا کر دیا ہے اس جگہ دیسی مدرسے بھی فنا ہو گئے ہیں۔"

مسٹر تھامس منرو نے برطانوی قبضہ سے قبل ہندوستان کی حالت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے

ہندوستانیوں کا طریقہ کاشتکاری بے مثل ان کی صنعت کاشتکاری کے معاملہ میں اعلیٰ استعداد، ہر قریہ میں ایسے مدارس کی موجودگی جس میں نوشت وخواند اور حساب کی تعلیم ہوتی ہو، ہر شخص میں مہمان نوازی اور خیرات کرنے کا مبارک جذبہ موجود ہو اور سب سے زیادہ یہ کہ صنف نازک پر پورا اعتماد کیا جاتا ہو، اس کی عزت وعصمت اور عفت کا پوری طرح لحاظ رکھا جاتا ہو، یہ ایسے اوصاف ہیں جنکے ہوتے ہوئے ہم غیر مہذب اور غیر متمدن نہیں کہہ سکتے، ایسی صفات کی موجودگی میں ہندوستانیوں کو یورپی اقوام سے کسی طرح کمتر قرار نہیں دیا جا سکتا اگر انگلستان اور ہندوستان کے درمیان تہذیب وتمدن کی تجارت کی جائے تو مجھے یقین کامل ہے کہ ہندوستان سے تمدن کی جو کچھ درآمد انگلستان میں ہوگی اس سے انگریزوں کو بہت فائدہ پہونچیگا"

اورنگ زیب عالمگیرؒ کا عہد حکومت جو کہ موجودہ حکومت اور اس کے ہوا خواہوں کی نگاہ میں سب سے زیادہ کھٹکتا ہے اور جس کو بدنام کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا گیا ہے، اس زمانہ میں بلکہ اس کے بہت بعد تک بھی، نظام تعلیم اسدرجہ مکمل اور عام، اور علوم وفنون کی ارتقا کا منظر اس قدر دلفریب تھا کہ یقیناً آج تک گورنمنٹ پیدا نہ کر سکی۔ چنانچہ پروفیسر

ماکس میلر سرکاری کاغذات کی بنا پر لکھتا ہے کہ

برطانوی حکومت سے قبل بنگال میں ۸۰ ہزار دیسی مدرسے تھے جس کے دوسرے لفظوں میں یہ معنی ہوئے کہ آبادی کے ہر چالیس افراد کے لئے ایک مدرسہ قائم تھا اس حساب سے ہندوستان میں موجودہ مردم شماری کی بنا پر ۷۰ لاکھ سے زائد مدرسے ہونے چاہئیں۔

آپ نے دیکھا کہ برطانوی دور حکومت سے قبل مدارس کی کثرت کا کیا حال تھا کہ ہزار دو ہزار پر نہیں سو، دو سو پر نہیں بلکہ ہر چالیس آدمی پر ایک مدرسہ تھا، یہ تو مسلمانوں کے دور کے ایک صوبہ کی کیفیت تھی، اس کا ذکر تو جانے دیجئے شہر اور ضلعوں کی تعلیمی حالت کا اندازہ ذیل کے اقوال سے کیجئے۔ یونٹ وارڈ ۱۸۲۰ء میں بیان کرتا ہے کہ

"انڈیا ڈسٹرکٹ اسکولوں سے بھرا ہوا ہے وہاں ہر ۳۱ لڑکوں پر ایک اسکول ہے۔"

صوبہ میں تو چالیس افراد پر ایک مدرسہ پڑتا تھا لیکن شہروں میں آکر مدارس کے لحاظ سے افراد کا اوسط کم ہو جاتا ہے اور صرف ۳۱ باقی رہتا ہے، خاص عالمگیر کے "بدنام" دور حکومت میں ہندوستان کی تعلیمی حالت کیا تھی؟ اس کے متعلق کپتان الگزنڈر ہیملٹن اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے کہ

"شہر ٹھٹھہ (سندھ) میں چار سو کالج مختلف علوم وفنون کے تھے"

آپ نے دیکھا پورے ہندوستان میں نہیں، پورے صوبہ میں نہیں، صوبہ کے ایک ایسے شہر میں، جو دارالسلطنت سے تقریباً ہزار میل سے زیادہ دور ہے، ایک دو نہیں، دس بیس نہیں، چار سو کی تعداد میں، مکاتب نہیں، مدرسے نہیں، اسکول نہیں ہائی اسکول نہیں، مختلف علوم وفنون کے کالج موجود تھے، یہ تو عالمگیر کے زمانہ کا حال تھا لیکن اس سے پہلے بھی ہر قائم ہونے والی حکومت نے تعلیم کی طرف پوری توجہ رکھی جسکا ثبوت آپ کو تاریخ مقریزی کے اوراق پیش کرینگے کہ سلطان محمد تغلق مرحوم کے زمانہ میں، صرف دہلی میں ایک ہزار مدرسے تھے،

یہ تھا عہد حکومت اسلامی میں، ہندوستان کی تعلیمات کا ایک اجمالی خاکہ، کیا آج برطانیہ کے "مبارک عہد" میں تعلیمات کا نظام اتنا مکمل اور عام ہے جتنا اس زمانہ میں تھا، کیا آج مدارس کی اسیقدر کثرت ہے؟ اور کیا آج ہندوستان کے باشندے عام طریقہ پر تعلیم یافتہ ہیں جیسے کہ پہلے تھے کیونکہ عام بچوں اور باشندوں کا تعلیم یافتہ ہونا صرف اسی وقت ہو سکتا ہے کہ کم از کم فی صدی پچاس سے زائد تعلیم یافتہ ہو جائیں مگر یہ امر بقول مسٹر لڈلو عہد قدیم میں ہو چکا تھا

دورِ حاضرہ میں آجتک فیصدی دس بھی ہندوستان میں خواندہ نہیں ہوسکے۔ غرض معاملہ بالکل برعکس ہے، پہلے تعلیم عام تھی، اب جہالت عام ہے"



ہندوستانیوں کی تعلیم سے دلچسپی

اب ہندوستان کی دنیا بدلتی ہے۔ مسلمانوں کی حکومت کا بیڑہ خود غرض یوروپین اقوام کی عیاریوں اور مکاریوں کے سمندر میں غرق ہوتا ہے، اور گوروں کی بادشاہت کا جھنڈا ہندوستان میں لہراتا ہے، شاید آپ خیال کررہے ہوں کہ اس انقلاب حکومت نے ہندوستانیوں کے دل میں انقلاب پیدا کردیا ہوگا، اون کی ذہنیتیں بدل گئی ہوں گی، طبیعتوں کا رجحان کچھ اور ہوگیا ہوگا، اب نہ انہیں تعلیم سے دلچسپی ہوگی، نہ پڑھنے لکھنے کا شوق، جاہل رہنا اور جہالت میں زندگی بسر کرنا ان کی فطرت ہوگئی ہوگی، لیکن نہیں تعلیم سے انھیں پوری دلچسپی ہے، پڑھنے پڑھانے کی تڑپ ان کے دل میں بدستور باقی ہے، جہالت سے نفرت ابتک دماغ میں سمائی ہوئی ہے ہاں ذرائع کا فقدان، وسائل کی قلت بے شک بے دست و پا کئے ہوئے ہے، حکومت دوسروں کے قبضہ میں ہے خزانہ کی کنجیاں اغیار کے ہاتھوں میں ہیں، انتظامات کی باگ بیگانے لئے ہوئے ہیں، اس لئے دل کی تمنائیں پوری نہیں کرسکتے، یہ فقط دعویٰ ہی نہیں، بلکہ انگریزوں ہی میں سے بعض حق پسند طبیعتیں اس کا اقرار کرچکی ہیں کہ ہندوستانیونکو تعلیم سے بڑی دلچسپی تھی اور ہے، چنانچہ ڈاکٹر جے، ٹی سوئزرلینڈ کہتا ہے کہ

> ہندوستان میں جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی ہے اس کی ذمہ داری بلاشک انگریزوں کے سر ہے، چند ادنیٰ ترین فرقوں کے علاوہ سب علم کے خواہاں ہیں اور حصول علم کی سچی آرزو رکھتے ہیں، ہندوستانی رہنما پچاس سال سے تعلیم تعلیم پکار رہے ہیں، لیکن یہ چیخ و پکار اور مطالبہ بے سود ثابت ہوتا ہے، انگریزوں کو غیر ضروری پنشن دینے اور اس سے بدتر سلطنت کی خاطر غیر ضروری فوجی اور دیگر مدات پر کثیر رقوم صرف کرنے کے بجائے اگر یہ روپیہ ہندوستانیوں کے مفاد پر صرف کیا جائے تو ہندوستانیوں میں عام تعلیم کے اجراء کے لئے روپیہ وافر ہے"

یہی نہیں بلکہ ہندوستانیوں نے اپنی غلامی و محکومی کی حالت میں، جبکہ وہ ہر طرح مفلس و نادار تھے، کبھی اپنی گاڑھی کمائی سے بھی دریغ نہیں کیا اور تعلیم کے نام پر اپنے بچے، بچائے سرمایہ کو، جو ان کی زندگی کا سہارا تھا، برابر قربان کیا،

جو ہندوستانیوں کی تعلیم سے دلچسپی، اور علم کی سچی آرزو پر کھلی ہوئی دلیل ہے چنانچہ مسٹر اڈورڈ ہیڈ چیف جسٹس ایمورنڈم میں لکھتا ہے کہ

" ہندوستانیوں نے میرے مکان پر مجھ سے ۱۴ر مئی ۱۸۱۶ء میں ملاقات کی اور تعلیم کے متعلق فریاد کی اور بہت گفتگو اور کوششوں کے بعد انہوں نے خود سے پچاس ہزار روپیہ اسی جگہ آپس میں چندہ کرکے جمع کرلیا، میں ان لوگوں کے طریقہ کو بغور دیکھتا رہا "



تعلیم میں روڑے اٹکانے کا اقرار

جب ہندوستانیوں کی دلچسپی تعلیم سے اسقدر بڑھی ہوئی تھی اور ان کے قلوب تحصیل علوم کے لئے اس درجہ بے چین تھے تو حکومت ہند کا فرض تھا کہ وہ ہندوستانیوں کی تعلیم کا نظم ان کی دلچسپیوں سے کہیں بڑھ کر کرتی، تاکہ وہ جہالت کی تاریکیوں سے نکلیں اور زیور تعلیم سے آراستہ ہوکر، مہذب و متمدن اقوام کی صف میں بازو سے بازو ملاکر کھڑے ہوسکیں، لیکن اس بدقسمتی کو کیا کیا جائے کہ حکومت کا نظریہ ہندوستانیوں کی تعلیم کے بارے میں کچھ اور ہی تھا، حکومت نے کبھی نہ چاہا کہ ہندوستان میں تعلیم کا چرچا ہو، ہندوستانی تعلیم کا ہتھیار اپنے ہاتھ میں لیں، ہندوستانی بچے پڑھ لکھکر کسی قابل ہوسکیں، خود انگریزوں کی شہادتیں ہمیں بتلارہی ہیں کہ ہندوستان میں تعلیمی ترقی کی تجویز یا اجرا، تو درکنار اس کا باقی رکھنا بھی ناجائز شمار کیا گیا، بلکہ برابر حکومت کی سعی یہی رہی ہے کہ ہندوستان سے تعلیم کو فنا کردیا جائے اور یہاں کی آبادی کو جہالت کے تیرہ و تاریک گڑھوں میں مبتلا رکھا جائے، جو کچھ بھی تعلیم کا سلسلہ یہاں باقی رہگیا تھا اس کو بھی فنا کردیا گیا چنانچہ سر تھامس ٹرمن ۱۸۱۳ء میں ہاؤس آف کامنس میں کہتا ہے کہ

ہندوستانیوں کو فائدہ کیا دوگے ؟ تم نے ان لوگوں کے ملک کو خراب اور انسانوں کو برباد کردیا ان کے شہزادوں کو قتل کیا۔ بے شک اپنی ذاتی حفاظت کے لئے تم نے ان لوگوں کو دھوکہ دغا اور جہالت میں مبتلا کردیا۔

حقیقتاً یہ تخیل کس قدر تکلیف دہ ہے کہ ایک شخص دل و دماغ کا مالک ہے تعلیم سے ذوق، پڑھنے لکھنے سے انتہائی دلچسپی رکھتا ہے نفس تحصیل علم کی ساری صلاحیتیں اس میں موجود ہیں لیکن مجبور ہے تعلیم حاصل نہیں کرسکتا

چنانچہ ڈسی ہل کہتا ہے کہ

"جب میں ہندوستان کی جہالت کے متعلق سوچتا ہوں تو مجھے کارلائل کا وہ دردناک جملہ یاد آجاتا ہے کہ" وہ انسان جو علم حاصل کرنے کے لائق ہے، جاہل رہ جائے میرے نزدیک یہ ایک حادثہ ہے"

اگر ترقی تعلیم کے دروازے حکومت ہند کو ہمیشہ بند کرنے تھے تو بند کر دیئے ہوتے کسی نہ کسی طرح صبر کر لیا جاتا لیکن کیا کہا جائے کہ ایسے طریقہ اختیار کئے گئے، جس سے ہندوستانیوں کا علم فنا ہو گیا علمی خزانے لٹ گئے اور ہماری استعدادیں اور قابلیتیں، ہماری ذکاوت و ذہانت سلب ہو گئی اب اگر ہم میں تعلیم سے دلچسپی ہے تو بیکار، علوم سے ذوق ہے تو بے فائدہ اگر ہم پڑھنا بھی چاہیں تو نہیں پڑھ سکتے۔ چنانچہ آنریبل مسٹر الفنسٹن اور ایف وارڈن نے ۱۸۱۳ء و ۱۸۲۳ء میں مسئلہ تعلیم پر ایک یادداشت مرتب کی تھی، جس میں انہوں نے، ذیل کے الفاظ میں، اس نقصان کو تسلیم کیا ہے جو انگریزوں کی ذات سے، ہندوستان کی تعلیم کو پہونچا ہے

"ہم نے ہندوستانیوں کی ذہانت کے چشمے خشک کر دیئے، اور ہماری فتوحات کی نوعیت ایسی ہے کہ اس سے نہ صرف یہ کہ تعلیمی ترغیب نہیں ہوتی بلکہ اس سے قوم کا علم سلب ہو جاتا ہے اور علم کے پچھلے ذخیرے نسیاً منسیا ہو جاتے ہیں، اس الزام کو دفع کرنے کیلئے کچھ نہ کچھ ہونا چاہیئے"

انگریزوں کے اسی تباہ کن رویہ نے ہندوستان کو جہالت کی ایسی تیرہ و تاریک منزل تک پہونچا دیا ہے جس سے نجات پانا دنیا کا سب سے زیادہ اہم اور مشکل کام ہے، چنانچہ سر ڈی ہملٹن کہتا ہے کہ

"اگر کبھی انگریزوں کو، ہندوستان اسی طرح چھوڑنا پڑا، جس طرح رومن نے انگلستان کو چھوڑا تھا تو وہ ایک ایسا ملک چھوڑ جائیں گے جس میں نہ تعلیم ہوگی نہ حفظان صحت کا سامان ہوگا اور نہ ہی دولت ہوگی"



حکومت نے ہندوستانیوں کو جاہل کیوں رکھا؟

جب کوئی قوم کسی ملک پر قبضہ کرتی ہے تو اس کا پہلا فرض اور سب سے اہم نصب العین ملک کی فلاح و ترقی ہی ہوتا ہے، کہ یہی آئین حکومت ہے، اگر

کسی حکومت نے ملک کی فلاح و بہبود سے غفلت برتی تو پھر اس کا نتیجہ زوال کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ ملک کی ترقی ہی میں سلطنت کی پائیداری اور حکومت کی استواری کا راز مضمر ہے۔ اس اصول حکمرانی کی حیثیت سے انگریزوں کا فرض تھا کہ وہ ہندوستان کو ترقی دیتے، یہاں تعلیمات کا اعلیٰ ترین نظام قائم کرتے اور بالخصوص جبکہ ہندوستانیوں کو تعلیم سے انتہائی شغف تھا، ملک کی جہالت باشندوں کی نگاہوں میں کس طرح کھٹک رہی تھی، بچوں کی بے بسی ہندوستانیوں کو آٹھ آٹھ آنسو رلا رہی تھی تو ایسے ملک میں جہاں کی فضا تعلیم کیلئے نہایت موزوں ہو، مردوں میں علم کا شوق اور دماغوں میں تعلیم کا سودا سمایا ہوا ہو، جہاں کے باشندوں میں پڑھنے پڑھانے کی بہترین استعدادیں اور اعلیٰ ترین صلاحیتیں موجود ہوں، وہاں کے لوگوں کو علم سے محروم رکھنا، کیا انسانیت پر سب سے بڑا ظلم نہیں ہے؟ لیکن آپ نے گذشتہ صفحات کے مطالعہ سے معلوم کیا کہ حکومت ہند نے ترقی کے بجائے ملک کو تنزل کی گہرائیوں میں رکھا، اور ہندوستانیوں کو تعلیم یافتہ بنانے کی جگہ جاہل ہی رکھنا پسند کیا۔

اب آپ یقیناً حیرت میں مبتلا ہوں گے کہ اگر حکومت نے ہندوستانیوں کی دلچسپی اور ان کی تمناؤں کا لحاظ نہ رکھا نہ سہی لیکن کم سے کم اپنی حکومت ہی کے استحکام کی خاطر ملک میں تعلیم کو ترقی دیتی، یہاں کے باشندوں کیلئے تعلیم کا نظم کرتی، لیکن اس کو کیا کیجئے کہ حکومت کا تخیل ہی ہندوستانیوں کے بارے میں کچھ اور ہے، انگریزوں کی پالیسی کی مثال تو ہندوستان کے لئے ایسی ہی ہے جسطرح ایک بھوکا شیر اپنے شکار کو بری طرح چیر پھاڑ کر کھا جائے اور اسکا خیال بھی نہ کرے کہ مجھے کل بھی بھوک لگنے والی ہے، اگر آج اسے قرینے سے کھایا تو کل بھی کام آئے گا۔

خواہ دنیا یہ کہتی ہو کہ ملک و قوم کی ترقی ہی حکومت کے عروج کا باعث ہوا کرتی ہے لیکن حکومت کا نظریہ تو یہ ہے کہ موجودہ حکومت کی بقا ہی اسیوقت تک ہے جب تک ہندوستان کی فضا جہالت سے تاریک ہے اور جس روز ہندوستان میں تعلیم پھیلی، اسی روز حکومت کا خاتمہ ہوجائے گا، کیونکہ پڑھ لکھکر وہ آزادی اور غلامی کے مفہوم کو سمجھینگے، انہیں اپنی قوت کا احساس پیدا ہوگا، علم سے ان کے باہمی تفرقے دور ہوجائیں گے اور پھر "لڑاؤ اور حکومت کرو" کی پالیسی کا نفاذ مشکل ہوجائے گا، جس پر گوروں کی حکومت کی بنیاد قائم ہے، یہ داستان غم اپنی طرف سے نہیں کہی جارہی ہے بلکہ خود ایک انگریز الیکنس سیڈے نامی لکھتا ہے کہ

"جب کوئی قوم یا ملک غلام بنایا جاتا ہے تو فاتح سب سے پہلے یہ کام کرتا ہے کہ تعلیم کو تباہ کردیتا ہے"

یا بہت بری طرح سے انتظام کرتا ہے، چونکہ علم اور غلامی ساتھ ساتھ نہیں رہ سکتیں"

اب خود ہی انصاف فرمائیے کہ اگر ہندوستان میں تعلیم جاری کی جاتی، تو یہاں کے باشندے، انگریزوں کی غلامی کس طرح کرتے، ڈیوک آف ڈیون سائر، اسی نظریہ کو ان الفاظ میں ظاہر کرتا ہے کہ

"یہ غیر دانشمندانہ فعل ہے کہ ہندوستانی زیور علم سے آراستہ کئے جائیں، جدید تہذیب، جدید ترقی جدید علم و ادب سے انہیں سیراب کیا جائے اور پھر ان سے یہ بھی کہا جائے کہ ملکی معاملات میں حصہ لینے کا بجز اس صورت کے، انہیں کبھی موقع نہیں ملے گا کہ وہ پہلے اپنے یورپین حکمرانوں سے چھٹکارا حاصل کریں"

سر ولیم ڈگبی، پراسپرس انڈیا میں، میجر جنرل سمتھ، کے سی، بی، کی شہادت درج کرتے ہیں جس سے ہندوستانیوں کی تعلیم کے متعلق، حکومت کا تخیل نمایاں ہو کر، ہمارے سامنے آجاتا ہے کہ

"سوال نمبر ۵۶۳ - کیا آپ کسی طرح اس کی روک کر سکتے ہیں کہ دیسیوں کو ان کی طاقت کا علم نہ ہو؟
جواب - میرے خیال میں انسانی تاریخ میں کوئی ایسی نظیر نہیں ملتی کہ معدودے چند اغیار ۳۰ کروڑ آبادی کے ملک پر حکمرانی کر سکیں، جسے آجکل رائے کی بادشاہت کہتے ہیں، اس لئے جونہی وہ تعلیم یافتہ ہو جائیں گے، تو تعلیم کے اثر سے، ان کے قومی اور مذہبی تفرقے دور ہو جائیں گے جس کو ذریعہ سے ہم نے ابتک اس ملک کو اپنے قبضہ میں رکھا ہے، یعنی مسلمانوں کو ہندوؤں کے خلاف کرنا اور علیٰ ہذالقیاس تعلیم کا یہ اثر ضروری ہوگا کہ ان کے دل بڑھ جائیں گے اور انہیں اپنی طاقت سے آگاہی ہو جائے گی"

یہ ہے ہندوستانیوں کی تعلیم کے بارے میں، حکومت کا نظریہ، اور یہ ہے ہماری اور آپ کی جہالت کی مختصری کہانی!



تاریخ تعلیم

ایک عرصہ تک ہندوستان تعلیم کے مسئلہ میں کورا رہا لیکن کسی قوم کے جذبات کی پامالی اور تمناؤں کا خون آسان کام نہیں، گورنمنٹ نے کچھ خطرات محسوس کئے اور ہندوستانیوں کی تعلیمی دلچسپیوں نے یہ بتلایا کہ اگر تعلیم کا نظام قائم نہ کیا گیا تو یقیناً کچھ عرصہ کے بعد ایک زبردست انقلاب رونما ہوگا جو انقلاب تعلیم کے نام سے مشہور ہوگا اور اس کی حیثیت کبھی بھی تحریک عدم ادائے لگان اور ترک موالات سے کم نہ ہوتی۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ جب ہندوستان کے دفاتر کی زبان فارسی تھی، انگریزی کا چرچا بالکل نہ تھا، اس زمانہ میں مسلمانوں کے علاوہ ہندوؤں میں بھی وہی شخص تعلیمیافتہ سمجھا جاتا تھا جو فارسی بہترین جاننے والا ہو، فارسی کے علاوہ بہت سے ہندو عربی بھی پڑھتے تھے، ان حالات کی وجہ سے اور نظام سلطنت کی خاطر گورنمنٹ مجبور ہوئی کہ فارسی کو جاری رکھے، اس کے علاوہ معاہدہ اور ہندوستانیوں کے مشترکہ جذبات نے ایک عرصہ تک انگریزوں کو اس پر مجبور رکھا کہ مسلمانوں کے مقدمات مولویوں کے سپرد ہوں اور ہندوؤں کے معاملات پنڈتوں کے حوالہ کئے جائیں اس لئے انگریزوں کو مولویوں کی ضرورت تھی مگر ایسے جو ان کے اشاروں پر چل سکیں پنڈتوں کی حاجت تھی مگر ایسے جو انگریزوں کی زبان بن سکیں، ان وقتی مصلحتوں اور انتظامی ضرورتوں کی بنا پر، ڈھاکہ، کلکتہ، آگرہ اور دہلی میں عربی اور فارسی تعلیم کے لئے اور بنارس میں سنسکرت کی تعلیم کے لئے کالج قائم کئے گئے، ان کالجوں کے اساتذہ کی تنخواہوں کا معیار تقریباً وہی تھا جو اس زمانہ میں منصفوں اور ڈپٹی کلکٹروں کا تھا تاکہ معمولی قابلیت اور کم تنخواہ کے اساتذہ کی وجہ سے کالج بدنام نہ ہوں۔

اس کے بعد انگلستان میں یہ موضوع زیر بحث آیا کہ ہندوستان میں گورنمنٹ کو، انگریزی تعلیم کی اشاعت پر روپیہ صرف کرنا چاہیئے، یا عربی فارسی سنسکرت پر، ایک جماعت کا خیال تھا کہ عربی، فارسی تعلیم کا سلسلہ جاری رہے، لارڈ میکالے اور ان کی جماعت کہتی تھی کہ ہندوستان میں انگریزی تعلیم جاری کی جائے گفت وشنید کے بعد، فتح کا سہرا لارڈ میکالے کے سر بندھا، اور ہندوستان میں، عربی اور فارسی کو فنا کرنے اور انگریزی تعلیم کی اشاعت کی تجویز منظور ہوگئی۔

چنانچہ ہندوستان کے مختلف مرکزی مقامات پر گورنمنٹ کے خرچ سے انگریزی تعلیم کے لئے چند کالج اور کچھ اسکول قائم کئے گئے۔

پھر ۱۸۱۶ء میں راجہ رام موہن رائے نے ایک انگریز گھڑی ساز کی معیت میں ہندو کالج کلکتہ کی بنیاد رکھی اور ۱۸۳۵ء میں مغربی سائنس سے ہندوستان کو متاثر کرنے کے لئے میڈیکل کالج کھولا گیا۔ لیکن ان تمام انتظامات کی حیثیت مسٹر الفنسٹن کے اس قول سے زائد نہ تھی کہ "یہاں کی تعلیم کو برباد کرنے کا واقعی الزام، جو انگریزوں پر ہے اسکو رفع کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ ہونا چاہیئے" اب تک جس انداز پر نظام تعلیم قائم کیا گیا تھا وہ یقیناً

"کچھ نہ کچھ" سے زائد نہ تھا۔

اس کے بعد مسیحی مشنریاں، انگریزی تعلیم کے رواج کے لئے، سرتوڑ کوشش کرتی رہیں، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سنہ ۱۸۳۵ء میں پریس ایکٹ پاس ہوا اور سنہ ۱۸۳۷ء میں عدالتوں کی زبان فارسی کے بجائے، انگریزی قرار دی گئی، اور سنہ ۱۸۴۵ء میں یہ احکام صادر کئے گئے کہ سرکاری ملازمتوں میں انگریزی خواں امیدواروں کو ترجیح دی جائے گی۔

اس طریقے پر ہندوستان کی قدیم تعلیم کو فنا کے گھاٹ اتار دیا گیا، عربی، فارسی، سنسکرت کو دفن کر دیا گیا، اور یہاں کے قدیم تعلیم یافتہ بے کار محض بنا کر چھوڑ دیئے گئے، اب گورنمنٹ کے سامنے صرف یہ چیز تھی کہ انگریزی تعلیم کو ہندوستان میں رائج کیا جائے اور اس کے ذریعہ اپنے خیالات کی اشاعت ملک کے باشندوں میں کی جائے، اس لئے عدالتی زبان خلاف معاہدہ انگریزی کر دی گئی اور ملازمتوں میں انگریزی تعلیم یافتوں کو ترجیح دی گئی،

ان حالات کے ماتحت گورنمنٹ کی پالیسی یہ ہوئی کہ ہندوستان میں کثرت سے انگریزی اسکول قائم کئے جائیں تاکہ سرکاری ملازمتوں کے لئے کم سے کم تنخواہ پر آسانی کے ساتھ، کثیر تعلیم یافتہ ہندوستانی دستیاب ہو سکیں،

باوجودیکہ اس زمانہ میں، لائق انگریزی پڑھانے والے کافی تعداد میں نہ مل سکتے تھے، لیکن پھر بھی کثرت سے مڈل اور ہائی اسکول قائم کئے گئے اور ان اسکولوں کے ہیڈ ماسٹر ایسے مقرر کئے گئے، جن کی تعلیم انٹرنس تک تھی اور بہت سے ایسے بھی تھے، جنہیں انٹرنس پاس کرنے کا بھی اتفاق پیش نہ آیا تھا۔ اور ان اسکولوں کے بقیہ ماسٹروں کی یہ کیفیت تھی، کہ انہوں نے انگریزی کی صرف ابتدائی، دو ایک کتابیں پڑھیں تھیں، جس کا نتیجہ یہ تھا، کہ رات کو ہیڈ ماسٹر سے پڑھا کرتے تھے اور صبح کو وہی سبق اپنی جماعت کو پڑھا دیا کرتے تھے،

اس زمانہ میں جو کتابیں نصاب تعلیم میں داخل تھیں، ان کی زبان بہت زیادہ سہل ہوا کرتی تھی اور انگریزی گرامر کی جگہ ان کا ترجمہ پڑھایا جاتا تھا، انگریزی تعلیم کو اس طرح ترقی دی گئی، کہ جب نارتھ ویسٹرن ریلوے، جس کا نام اس زمانہ میں، سندھ، پنجاب دہلی ریلوے تھا، ابتداءً جاری ہوئی تو ہیڈ ماسٹروں کے پاس حکم آیا کہ ایسے طالب علم جو انگریزی کے ہندسے، آدمیوں اور شہروں کے نام لکھ سکتے ہوں اور پندرہ بیس روپے پر کلرکی کرنا چاہئیں، ان کو بھیجدیا جائے، اس حوصلہ افزائی نے مفلس ہندوستانیوں کا رخ انگریزی تعلیم کی طرف پھیر دیا،

دوسری طرف فارسی اور اردو کی تعلیم کو بے وقعت بنانے کا طریقہ یہ اختیار کیا گیا کہ فارسی اور اردو پڑھانے والے مدرسین کی تنخواہ بیس روپے سے پچاس روپے ماہوار تک مقرر کی گئی اور اسکولوں اور کالجوں میں نہایت ناقابل ماسٹروں کو سو اور سو سے زائد تنخواہیں دی گئیں، جسکا اثر فارسی اور اردو کی بربادی کیساتھ ساتھ یہ ہوا کہ مولوی بھی انگریز اور انگریزی داں کے سامنے جھکنے لگا۔

ایک عرصہ تک کالجوں اور اسکولوں میں، اردو کے ذریعہ تعلیم ہوتی رہی چنانچہ انجینیرنگ کالج رڑکی اور آگرہ کے میڈیکل اسکولوں میں اردو ہی کے ذریعہ تعلیم شروع کی گئی، رڑکی کالج میں انگریزی کی صرف اس قدر ضرورت تھی کہ علم ہندسہ، آدمیوں اور شہروں کے نام لکھ سکیں، اور انجینیرنگ کی اصطلاحات انہیں انگریزی میں یاد ہوں، اسی طرح میڈیکل ہائی اسکول آگرہ میں انگریزی صرف اس قدر پڑھائی جاتی تھی کہ دواؤں کے انگریزی نام یاد ہو جائیں اور انگریزی میں نسخہ لکھنا اور پڑھنا آجائے، لیکن آہستہ آہستہ اس بچی بچائی اردو کو بھی فنا کر دیا گیا اور ذریعہ تعلیم بھی انگریزی ہی زبان قرار پا گئی۔

غرض اسی طرح مخصوص اغراض کے ماتحت پوری قوت کے ساتھ، انگریزی تعلیم کو ہندوستان میں پھیلایا گیا اور مختلف مقامات پر یونیورسٹیاں قائم کی گئیں۔ اس کے بعد سنہ ۱۹۰۴ء میں انڈین یونیورسٹی ایکٹ پاس کیا گیا، جسکا مقصد یونیورسٹیوں کو حکومت ہند کے ماتحت کرنا تھا، پھر سنہ ۱۹۱۰ء میں محکمہ تعلیم جاری کیا گیا، جس کا نمائندہ اگزیکٹو کونسل میں اس کی ترجمانی کرسکتا ہے، محکمہ تعلیم کا پہلا وزیر سر ہارکوٹ بٹلر تھا،

اس کے بعد سنہ ۱۹۲۳ء میں اخراجات کی کفایت کے خیال سے، زراعت اور لگان کے محکمہ جات، محکمہ تعلیم میں مدغم کر دیئے گئے

یہ تھی اشاعت تعلیم کی اجمالی تاریخ، اب اگلے صفحات سے اس کی تفصیلات معلوم ہوں گی اور یہ بتلایا جائیگا کہ ہندوستان کی آبادی اور یہاں کی آمدنی پر نظر ڈالتے ہوئے، اور تعلیمی ضروریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے تعلیمی انتظامات کس حد تک کئے گئے، حکومت ہند کے قائم کردہ نظام تعلیم سے، ہندوستانیوں کو کہاں تک فائدہ پہونچا؟ اور سارے انتظامات کے باوجود یہاں کے کتنے باشندے جاہل رہے؟

تعلیمات سے حکومت کی عدم توجہی

اگر کسی ملک میں تعلیم ترقی پر ہو اور تعلیمی معیار ہر جگہ یکساں ہو، تو آبادی ہی کی کمی زیادتی

کی بنا پر تعلیم یافتوں کا اوسط گھٹتا اور بڑھتا رہتا ہے۔ مثلاً اگر کسی صوبہ کی آبادی، زیادہ ہے تو وہاں کے تعلیم یافتوں کی تعداد بھی زیادہ ہوگی اور فیصدی اوسط بھی زیادہ نکلیگا اور اگر کسی صوبہ یا ضلع کی آبادی کم ہے، تو وہاں کے تعلیم یافتوں کی تعداد بھی کم ہوگی، نیز تعلیم کی ضرورت ہر انسان کو ہے، کسی انسان کو تعلیم سے محروم رکھنا، انسانیت کے گلے پر چھری پھیرنا ہے، تو یقیناً جب کوئی حکومت نظام تعلیم قائم کرے گی، تو اسکا پہلا فرض یہ ہوگا کہ اس ملک کی آبادی کو نظر ڈالتے ہوئے، ایسا نظام جاری کرے، جس سے اس ملک کے تمام افراد یکساں طریقہ پر سیراب ہوسکیں۔ مثلاً اگر کسی ضلع کی آبادی دس ہزار ہے، اور کم سے کم دس مدرسے اس ضلع کی تعلیمی ضروریات کو پورا کرسکتے ہیں، تو یقیناً جس ضلع کی آبادی بیس ہزار ہوگی، وہاں کم سے کم بیس مدرسے تعلیمی ضروریات کی کفالت کرسکیں گے، اسی لئے ایک بڑی آبادی کا ضلع، اپنی آبادی کی کثرت، اور نظام تعلیم کی وسعت کی بنا پر تعلیمی اوسط زیادہ پیش کرے گا، اس اصول کی بنا پر، چاہیئے تو یہ تھا کہ اگر بڑی آبادی والے ضلع کے تعلیمی اوسط کو، تھوڑی آبادی والے ضلع پر منطبق کیا جائے تو وہ اوسط قلیل آبادی پر منطبق نہ ہو، بلکہ زیادہ پڑے، لیکن آپ کو اگلے صفحات بتلائیں گے کہ اگر کسی کثیر آبادی کے ضلع کے تعلیمی اوسط کو، کسی چھوٹے ضلع کی قلیل آبادی پر پھیلایا جائے، تو زائد پڑنا تو بڑی چیز ہے، وہ اوسط اس قلیل آبادی کیلئے بھی ناکافی ہے،

اسی مقصد کی وضاحت کے لئے، ذیل کے اعداد و شمار اس طریقہ سے مرتب کئے گئے ہیں کہ ہندوستان کے ہر ایک صوبہ سے، ایک ایسے ضلع کا انتخاب کیا گیا ہے جسکی آبادی اس صوبہ کے تمام ضلعوں سے کم ہے، اور پھر اسی صوبہ سے ایک ایسا ضلع منتخب کیا گیا ہے جسکا تعلیمی اوسط، اس صوبہ کے تمام ضلعوں سے زیادہ ہے، پھر اس بڑے اوسط کو، اس تھوڑی آبادی پر پھیلا کر یہ بتلایا گیا ہے کہ صوبہ کے سب سے بڑے تعلیمی اوسط کو، سب سے کم آبادی کا تعلیمی اوسط فرض کرنے کے بعد بھی اس کم سے کم آبادی والے ضلع میں، اتنی تعداد جاہل رہتی ہے، جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ گورنمنٹ کی کوئی خاص توجہ تعلیم کی طرف نہیں ہے،

صوبہ بنگال

صوبہ بنگال ضلع سکم کی آبادی، تمام ضلعوں سے کم ہے یعنی (۸۷۲۱) اور بنگال کے تمام ضلعوں میں، انگریزی خواندوں کا سب سے بڑھا ہوا فیصدی اوسط کلکتہ کا ہے یعنی (۱۶٫۲) اور سکم میں انگریزی خواندوں کا فیصدی اوسط (۳۳٫) ہے، لیکن اگر کلکتہ کے اوسط کو سکم کا اوسط فرض کر لیا جائے جب بھی سکم میں (۶۱۵۵) افراد غیر تعلیم یافتہ باقی رہتے ہیں،

صوبہ متحدہ صوبہ متحدہ میں دہرہ دون کی آبادی تمام ضلعوں سے کم ہے یعنی (۲۱۲۲۴۳) اور اسی ضلع میں تعلیم یافتوں کا فیصدی اوسط تمام ضلعوں سے زیادہ ہے یعنی (۱۱٫۲) اور اسی طرح انگریزی تعلیم یافتوں کا فیصدی اوسط بھی، صوبہ متحدہ کے تمام ضلعوں میں دہرہ دون ہی کا بڑھا ہوا ہے یعنی (۳٫۲۳) اور باوجودیکہ دہرہ دون میں کیمبرج کی شاخ اور محکمہ جنگلات بھی ہیں جس کی بنا پر دہرہ دون کے تعلیم یافتوں میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی شامل ہے، جو وہاں کے باشندے نہیں ہیں، لیکن پھر بھی تعلیم یافتوں کے اوسط کا ملحاظ رکھتے ہوئے دہرہ دون میں (۱۸۸۰۴۷) افراد جاہل باقی رہتے ہیں اور انگریزی تعلیم یافتوں کا اوسط سامنے رکھنے کے بعد (۱۴۲۲۳۹) کی تعداد انگریزی نہ پڑھنے والوں کی باقی رہتی ہے۔

صوبہ متحدہ میں یہ اتفاقی امر پیش آیا کہ دہرہ دون کی آبادی بھی تمام ضلعوں سے کم ہے اور اسی کا تعلیمی اوسط سارے ضلعوں سے بڑھا ہوا ہے۔ اس لئے اگر دہرہ دون سے قطع نظر کرکے دیکھا جائے تو صوبہ متحدہ میں سب سے کم آبادی نینی تال کی ہے یعنی (۲۷۶۸۷۵) اور سب سے بڑھا ہوا خواندوں کا اوسط ضلع کہیری کا ہے یعنی (۹٫۱) اور انگریزی تعلیم یافتوں کا اوسط فیصدی سب سے زیادہ بنارس کا ہے یعنی (۱٫۳۶) لیکن اگر ضلع کہیری کے اوسط کو نینی تال کا تعلیمی اوسط فرض کرلیا جائے جب بھی نینی تال میں (۲۵۱۷۸۱) جاہل باقی رہتے ہیں اور اگر بنارس کا فیصدی اوسط نینی تال پر منطبق کیا جائے تو پھر بھی نینی تال میں (۲۷۳۱۱۰) انگریزی نہ پڑھنے والوں کی تعداد باقی رہتی ہے۔

صوبہ آسام آسام میں سب سے کم آبادی ضلع باپی پاڑہ کی ہے یعنی (۳۸۱۹) انگریزی تعلیم یافتوں کا فیصدی اوسط، سب سے زیادہ ضلع سب ساگر کا ہے یعنی (۱٫۳۶) لیکن سب ساگر کے اوسط کو، باپی پاڑہ کا اوسط قرار دیا جائے، جب بھی باپی پاڑہ میں انگریزی نہ جاننے والوں کی تعداد (۳۵۵۹) باقی رہتی ہے۔

صوبہ مدراس مدراس میں سب سے کم آبادی ضلع اجنگو کی ہے یعنی (۵۹۱۸) اور خواندہ کا سب سے بڑھا ہوا اوسط فیصدی شہر مدراس کا ہے یعنی (۲۲٫۰) اس لحاظ سے، مدراس شہر کے تعلیمیافتہ کی تعداد، اجنگو کی آبادی سے بمقدار (۴۹۷۷) زیادہ ہے، لیکن انگریزی تعلیم (جو مدراس کا خصوصی امتیاز ہے) کا فیصدی اوسط بھی، مدراس شہر کا سب سے زیادہ ہے یعنی (۱۱٫۰)، لیکن اگر مدراس شہر کے، اوسط کو، اجنگو کا اوسط فرض کرلیا جائے جب بھی اجنگو میں (۵۲۹۲) ناخواندہ باقی رہتے ہیں، جنکی تعلیم کا نظم حکومت نے نہیں کیا،

صوبہ بہار

بہار میں سب سے کم آبادی چھوٹا ناگپور کی ہے یعنی (۱۵۲۳۴۹۷) اور خواندہ کا اوسط سب سے زیادہ ضلع پٹنہ کا ہے یعنی (۸٫۷) اور انگریزی تعلیم یافتوں کا اوسط بھی پٹنہ ہی میں زیادہ ہے یعنی (۱٫۰۳) تو فیصدی اوسط خواندہ کا لحاظ کرتے ہوئے، چھوٹا ناگپور میں (۱۳۹۱۹۰) افراد جاہل باقی رہتے ہیں اور انگریزی داں کا اوسط سامنے رکھنے کے بعد، چھوٹا ناگپور میں (۱۵۰۹۲۶) افراد انگریزی نہ جاننے والے باقی رہتے ہیں۔

صوبہ بمبئی

صوبہ بمبئی میں سب سے کم آبادی ضلع بھوڑ کی ہے یعنی (۳۰۴٫۲۰) صرف خواندہ سب سے زیادہ شہر بمبئی میں ہیں جنکا اوسط (۲۳٫۴۱) ہے، انگریزی داں کا فیصدی اوسط بھی سب سے زیادہ شہر بمبئی ہی کا ہے یعنی (۹٫۴۰) لیکن صرف خواندہ کے فیصدی اوسط کے لحاظ سے، ضلع بھوڑ میں (۹۹۳۹۹) افراد بالکل جاہل ہیں اور انگریزی خواں کا اوسط فیصدی دیکھتے ہوئے (۹۹۷۷۱) افراد ضلع بھوڑ میں انگریزی نہ جاننے والے باقی رہتے ہیں

صوبہ پنجاب

صوبہ پنجاب کے تمام ضلعوں میں، شملہ کی آبادی کم ہے یعنی (۴۵۳۲۷) اور انگریزی تعلیم یافتہ کا فیصدی اوسط بھی سب سے زیادہ شملہ ہی میں ہے یعنی (۱۱٫۱۰) لیکن پھر بھی (۴۰۲۹۶) باشندگان شملہ جاہل ہیں، باوجودیکہ شملہ کو ہندوستان میں جو حیثیت حاصل ہے وہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔

صوبہ متوسط و برار

برار میں سب سے کم آبادی نرسنگھ پور کی ہے یعنی (۳۱۵۱۶۲) اور صرف خواندہ سب سے زیادہ جبل پور میں ہیں جن کا اوسط (۷٫۱۲) ہے اور انگریزی تعلیم یافتہ کا اوسط سب سے زیادہ ناگپور میں ہے یعنی (۱٫۵۳)، تو اگر جبل پور کے فیصدی اوسط کو، نرسنگھ پور کا اوسط قرار دیا جائے جب بھی نرسنگھ پور میں (۲۹۱۲۱۸) آدمی جاہل مطلق باقی رہتے ہیں اور اگر ناگپور کا اوسط نرسنگھ پور میں فرض کیا جائے تو نرسنگھ پور کے (۳۱۰۳۴۱) باشندے انگریزی نہ جاننے والے ہیں،

صوبہ برہما

صوبہ برما میں سب سے کم آبادی ضلع پوٹاؤ کی ہے یعنی (۶۷۴۳) اور صرف خواندہ کی سب سے بڑی تعداد شہر مانڈلے میں ہے، جسکا اوسط فیصدی (۴۸٫۸) ہے اور انگریزی داں سب سے زیادہ رنگون میں ہیں، جن کا فیصدی اوسط (۱۱٫۵۷) ہے، تو اگر مانڈلے کا اوسط پوٹاؤ میں منتقل کردیا جائے، جب بھی جاہلوں کی تعداد، پوٹاؤ میں (۲۹۱۹) رہتی ہے، اور اگر رنگون کا اوسط، پوٹاؤ میں فرض کیا جائے تو پھر بھی (۳۵۵۹) افراد پوٹاؤ میں انگریزی نہ جاننے والے ہیں۔

صوبہ سرحد سرحد میں سب سے کم آبادی سرحدی چوکیات کی ہے اور صرف خواندہ کی تعداد بھی یہیں تمام ضلعوں سے زیادہ ہے جنکا اوسط فیصدی ۵ء۳۳ ہے اور انگریزی داں کا فیصدی اوسط بھی یہیں سب سے زیادہ ہے یعنی ۳ء۳۲ لیکن صرف خواندہ اوسط فیصدی کے لحاظ سے سرحدی چوکیات میں ۹۷ء۳ افراد بالکل جاہل ہیں اور انگریزی خواں کا فیصدی اوسط سامنے رکھنے کے بعد ۱۰۰ء۶۴ آدمی سرحدی چوکیات میں انگریزی نہ جاننے والے ہیں۔

صوبہ بلوچستان بلوچستان کے تمام ضلعوں میں سب سے کم آبادی بولان کی ہے اور صرف خواندہ ضلع لورالائی میں زیادہ ہیں جن کا فیصدی اوسط ۲ء۲۳ ہے اور انگریزی داں کی سب سے بڑی تعداد ضلع کوئیٹہ میں ہے جنکا فیصدی اوسط ۵ء۲۴ ہے لیکن اگر ضلع لورالائی کا اوسط بھی ضلع بولان پر پھیلایا جائے تو بولان میں ۹ء۲۷۷ جاہلوں کی تعداد نکلتی ہے اور اگر کوئیٹہ کے اوسط کو بولان کا اوسط فرض کیا جائے تو کوئٹہ کے انگریزی تعلیم یافتوں کی تعداد ضلع بولان کی آبادی سے (۹۱ء۷) کی تعداد میں بڑھ جاتی ہے لیکن اس کا بھی خیال رہے کہ کوئیٹہ میں ہندستان کی ایک بہت بڑی چھاؤنی ہے اس لئے یہاں کے انگریزی تعلیم یافتوں میں، بہت بڑی تعداد غیربشندوں کی شامل ہے،

مذکورہ بالا اعداد و شمار میں کہیں "صرف خواندہ" کا اوسط دکھلایا گیا ہے اور کہیں انگریزی تعلیم یافتہ کا" لیکن کہیں یہ نہ ذہن میں آئے کہ یہ سب کچھ حکومت کے قائم کردہ نظام تعلیم کا اثر ہے، "صرف خواندہ" کے فیصدی اوسط میں زیادہ دخل خانگی تعلیموں اور نجی درسگاہوں کو ہے جن کا حکومت سے کوئی تعلق نہیں، ہاں انگریزی تعلیم یافتوں کے اوسط کا بڑا حصہ حکومت کے نظام تعلیم سے پیدا ہوتا ہے، لیکن اس میں بھی ان پرائیویٹ اسکولوں کو دخل ہے، جنکا حکومت سے کوئی تعلق نہیں، ذیل کے اعداد و شمار سے معلوم ہوگا کہ صرف صوبہ پنجاب کے پرائیویٹ اسکولوں اور نجی درسگاہوں میں پڑھنے والے مسلمان، ہندو اور سکھ طلبہ کی کیا تعداد ہے جنکا حکومت کے نظام سے کوئی تعلق نہیں،

(نقشہ صفحہ ۶۲ پر ملاحظہ ہو)

نقشہ مظہر تعداد پرائیویٹ و نجی درسگاہیں و تعداد مسلم و ہندو و سکھ طلبہ صوبہ پنجاب

تفصیل مدارس	تعداد مسلم طلبہ	تعداد ہندو و سکھ طلبہ	کمی یا بیشی کی تقریبی مقدار بلحاظ قومیت
ابتدائی مدارس	۱۸۲۹۷۶	۱۶۱۶۳۴	مسلمان ۱/۸ زیادہ ہیں
ثانوی مدارس	۱۰۰۳۵۶	۱۸۲۹۸۳	مسلمان ۵/۸ کم ہیں
اعلیٰ درجات	۳۴۲۶۳	۲۳۰۰۹	مسلمان ۱½ گنا زیادہ ہیں

اسی سے ہندوستان کے اور صوبوں کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، اس لئے جو اعداد و شمار اوپر پیش کئے گئے ہیں، انہیں اگر ایسے تعلیم یافتوں کا انتخاب کیا جائے، جنہوں نے حکومت کے نظام تعلیم سے فائدہ اٹھایا ہے اور نجی درسگاہوں اور پرائیویٹ اسکولوں سے انہیں کوئی لگاؤ نہیں رہا تو پھر خواندہ اور انگریزی داں، دونوں کی تعداد بہت ہی کم ہوجائے گی اور پھر اسی اندازہ سے تعلیمی اوسط بہت کم نکلے گا، اور کم آبادی والے ضلعوں میں جو تعداد جاہلوں کی نکالی گئی ہے، اس سے کہیں زیادہ ہوجائے گی،

ان تفصیلات سے یقیناً معلوم ہوگیا کہ حکومت نے ایک بڑی سے بڑی آبادی کے لئے، جو اعلیٰ سے اعلیٰ نظام تعلیم قائم کیا ہے وہ چھوٹی سے چھوٹی آبادی کے لئے بھی قطعاً ناکافی ہے۔



۸

تعلیمی حالت صوبہ وار ذیل کے اعداد و شمار سے معلوم ہوگا کہ ہندوستان کے صوبوں میں، ہندو مرد اور عورتوں کا فی ہزار تعلیمی اوسط کیا ہے؟ اور مسلمان مرد اور عورتوں کا فی ہزار تعلیمی اوسط کیسا ہے؟

(نقشہ صفحہ ۱۷ پر ملاحظہ فرمایئے)

نقشہ مظہر تعلیمی حالت صوبہ وار فی ہزار

صوبہ	ہندو		مسلمان	
	مرد	عورت	مرد	عورت
اجمیر ومارواڑ	۱۴۰	۱۵	۱۰۷	۱۸
آسام	۱۱۶	۱۰	۸۵	۵
بنگال	۲۶۸	۳۳	۱۰۹	۶
بہار اڑیسہ	۱۰۱	۶	۹۹	۸
بمبئی	۱۱۵	۳۱	۱۱۴	۱۵
برما	۲۸۸	۸۶	۳۰۲	۸۷
صوبہ متوسط	۸۸	۸	۲۲۵	۲۷
دہلی	۱۵۰	۲۶	۱۸۳	۳۱
مدراس	۱۶۰	۳۱	۳۰۱	۱۸
صوبہ سرحد	۲۴۶	۹۸	۳۳	۲
پنجاب	۱۱۳	۱۱	۳۷	۴
یوپی	۷۱	۶	۷۳	۸

۹

مختلف صوبوں میں بالغوں کی تعلیم

ہندوستان میں کثرت سے ایسے افراد موجود ہیں، جنکی عمر زیادہ ہے جنکی انگریزمانہ نے پڑھنے پڑھانے کا موقع نہیں دیا اور کثیر تعداد ایسی بھی ہے، جو محنت و مزدوری کرنے کی بنا پر دن کو اسکولوں میں تعلیم حاصل نہیں کرسکتی اس قسم کے لوگوں کے لئے انتظامات کئے جارہے ہیں، لیکن اب تک کئی صوبوں نے غیر تعلیم یافتہ مسن اشخاص کی تعلیم گاہوں اور ان مدارس

شبینہ میں جہاں ایسے لوگوں کو تعلیم دی جاتی ہے جو دن میں تعلیم نہیں پا سکتے کوئی قید نہیں رکھا اس لئے تفصیلی اعداد و شمار کا درج کرنا مشکل ہے ذیل کے اعداد و شمار میں صوبجات بمبئی پنجاب برما اور متوسط ایسے ہیں جہاں کہ مدارس صرف بالغ اشخاص کے لئے مختص ہیں اور دوسرے صوبجات کے مدارس میں بالغ اشخاص کے ساتھ بچوں کو بھی شریک کر لیا جاتا ہے۔

نقشہ مظہر تعداد مدارس شبینہ اور اسکے متعلمین

نام صوبہ	تعداد مدارس	تعداد متعلمین
مدراس	۵۲۰۷	۱۲۶۶۲۶
بمبئی	۱۹۱	۷۷۳۰
بنگال	۱۴۴۵	۲۷۷۷۳
پنجاب	۳۳۰۸	۸۵۴۲۲
برما	۱۵	۱۰۶۵
بہار اوڑیسہ	۱۰۳۶	۳۲۷۰۱
صوبجات متوسط	۱۴	۱۰۶۷
کل میزان	۱۱۳۲۷	۲۷۲۳۸۴

امریکہ میں جہاں کی آبادی دس کروڑ ساٹھ لاکھ ہے وہاں اُن مدارس شبینہ میں، جو صرف بالغ اشخاص کے لئے ہیں، طلبہ کی تعداد دس لاکھ ہے۔ بالغ متعلمین کی اس تعداد کا لحاظ رکھتے ہوئے ہندوستان میں بالغ متعلمین کی تعداد (۲۹۸۱۶۶۳) ہونی چاہئے، لہٰذا امریکہ کے لحاظ سے ہندوستان میں (۲۶۹۹۲۷۹) کی تعداد میں بالغ متعلمین کم ہیں، باوجودیکہ ہندوستان کی آبادی امریکہ سے ۳ گنی زیادہ ہے۔

۱۰

پست اقوام کی تعلیمی حالت

سب سے زیادہ تعلیم کی ضرورت پست اقوام کو ہے کیونکہ اس سے زیادہ جہالت کسی اور طبقہ میں نہیں لیکن ان کی تعلیم کا اب تک کوئی معقول انتظام نہیں کیا گیا، جو حکومت کا پست اقوام پر سب سے بڑا ظلم ہے۔ ذیل کے اعداد و شمار کو دیکھ کر آپ کو حیرت ہوگی کہ بعض صوبوں میں اگر پست اقوام کے افراد کالج میں تعلیم پا رہے ہیں تو ان کی تعداد بہت کم ہے اور بعض صوبوں میں تو ایک فرد بھی کالجی تعلیم پانے والا نہیں ہے۔

مختلف صوبجات کے مختلف مقامی حالات کی بنا پر یہ ظاہر کرنا مشکل ہوگا کہ اس وقت پست اقوام کے کتنے افراد زیر تعلیم ہیں، با استثنائے صوبہ برہما جہاں چھوت کا کوئی طبقہ نہیں اور آسام جہاں اچھوت اور دیگر طبقوں میں امتیاز مشکل ہے، بقیہ سات صوبوں میں پست اقوام کے زیر تعلیم طلبہ کی تعداد تقریباً ۲۲،۰۰۰ ہے اور بہ لحاظ مجموعی آبادی، پست اقوام کے طلبہ کی تعداد فیصدی ۲ر۳ ہے، اور کل ہندوستان کی مجموعی آبادی کے لحاظ سے ۶ پست اقوام کے طلبہ کی مجموعی تعداد فیصدی ۴ رہ ہے، بنگال میں پست اقوام کی تعلیمی حالت بہت خراب ہے۔ ہاں مدراس میں ترقی پذیر ہے، اب مدراس میں ۲۳، بمبئی میں ۱۴، صوبجات متحدہ میں ۱۱، صوبجات متوسط میں ۸ افراد کالجی تعلیم پا رہے ہیں، اب اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مدراس جہاں پست اقوام کی تعلیمی حالت تمام صوبوں سے بہتر ہے، وہاں بھی پورے صوبے میں، کالجی تعلیم پانے والے صرف ۲۳ افراد ہیں، صوبجات پنجاب، بہار اڑیسہ میں پست اقوام کا ایک فرد بھی ایسا نہیں جو کالج میں تعلیم پا رہا ہو۔

ریورینڈر، جے سی چٹرجی سپرنٹنڈنٹ ایجوکیشن نے صوبہ دہلی کی تعلیم کے متعلق، ایک رپورٹ شائع کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۹۳۰ء سے سنہ ۱۹۳۲ء تک تمام صوبہ دہلی میں، صرف ایک اچھوت لڑکا کالج میں تھا، یہ ہے پست اقوام کے متعلق، صوبہ دہلی کے محکمہ تعلیم کی دو سالہ رپورٹ!!

۱۱

ہندوستان کی تعلیمی حالت عمومی

ہندوستان میں تعلیم کی عمومی حالت بہت زیادہ افسوس ناک ہے، اور تعلیمی ترقی کی جو رفتار ہے اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ سنہ ۱۹۳۱ء کی گذشتہ مردم شماری کی

رو سے ہندوستان میں کل ۵ فیصدی خواندہ تھے اور ۱۹۲۱ء کی مردم شماری کی رو سے پانچ برس تک کے بچوں کی تعداد خارج کردی جائے تو ۸ فیصدی سے قدرے زائد ہیں۔ اب پچھلی حالت پر نظر کی جائے تو معلوم ہوگا کہ ۱۸۸۱ء میں ہندوستان میں خواندوں کی تعداد ۳،۲ تھی جو ۱۹۲۱ء تک پچاس سال میں ۷،۳ فیصدی تک پہنچی گویا ۱۲½ سال میں ایک فیصدی کی رفتار سے بڑھی۔ اگر ترقی یافتہ ممالک کے خواندوں کی تعداد ۹۰ فیصدی سمجھی جائے تو موجودہ رفتار سے ہندوستان اس معیار تک ایک ہزار سال میں پہونچیگا۔ غرض جو کچھ ترقی ہورہی ہے اس کی رفتار نہایت سست اور قطعاً مایوس کن ہے جسکا مزید اندازہ آپ کو ذیل کے صفحات سے ہوگا،

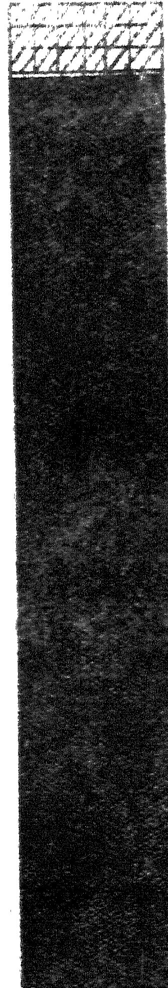
نقشہ مظہر تعداد خواندہ و ناخواندہ بابت ۱۹۰۱ء

تفصیل	تعداد خواندہ	تعداد ناخواندہ
مرد	۱۴۶۹۰۰۸۰	۱۳۴۷۵۲۰۳۶
عورت	۹۹۶۳۴۱	۱۴۳۹۷۶۴۵۹
میزان	۱۵۶۸۶۴۲۱	۲۷۷۷۲۸۴۸۵

۲۰ سال میں ہندوستان نے جو کچھ تعلیمی ترقی کی ہے، وہ بھی ملاحظہ فرمایئے،

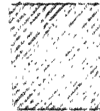
۱۹۲۱ء کی مردم شماری سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کی کل آبادی (۳۱۶۰۵۵۲۳۱) ۳۲ کروڑ کے قریب ہے۔ اس پوری آبادی میں صرف خواندہ تقریباً ۲½ کروڑ ہیں جنکا اوسط فیصدی ۷،۲ ہوتا ہے، یعنی ہندوستان میں ایسے لوگوں کی تعداد جو لکھنے پڑھنے سے بالکل نا آشنا ہیں (۲۹۳۰۰۰۰۰۰) ہے، ترقی کے بعد بھی جاہلوں کی اتنی بڑی تعداد دنیا کے متمدن ممالک تو کیا، افریقہ کے وحشی ہی پیش کرسکتے ہیں، ہندوستان کے متعلق مسٹر کوٹ مین کی مرتبہ رپورٹ (وہ رپورٹ جو سالانہ پارلیمنٹ میں پیش ہوتی ہے) بابت ۱۹۲۳ و ۱۹۲۶ء کے تعلیمی حصہ میں سے تین نقشے درج ذیل کئے جاتے ہیں، جس سے ہندوستان کی علمی بے مائیگی کا اندازہ لگانے میں اور سہولت ہوگی،

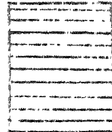
برطانوی ہند میں خواندہ اور ناخواندہ لوگوں کا تناسب



از
(جامعہ)





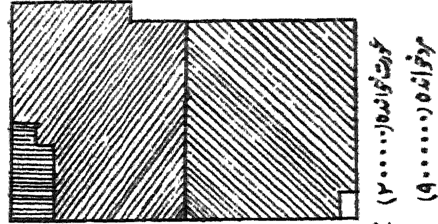




ہر مردم شماری … ۱۸۷۲ء … ۱ مارچ ۱۹۰۱ء کی تخمینی آبادی میں مرد اور عورتوں کا تناسب اور خواندہ و ناخواندہ مرد اور عورتوں کی تعداد۔

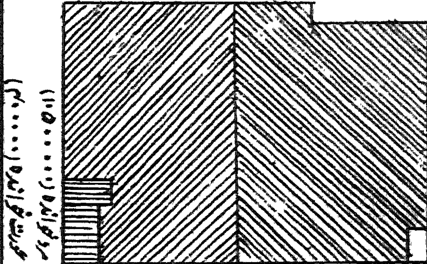
سنہ ۱۸۷۲ء

کل آبادی (۲۰۶۰۰۰۰۰۰) کروڑ
مرد (۱۰۶۰۰۰۰۰۰) کروڑ
عورتیں (۱۰۰۰۰۰۰۰۰) کروڑ
کل خواندہ (۹۲۰۰۰۰۰) لاکھ



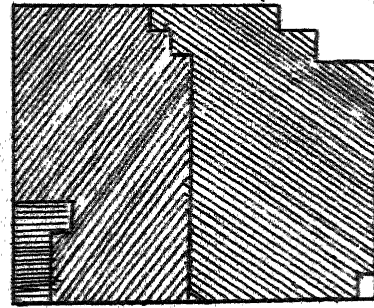
سنہ ۱۸۸۱ء

کل آبادی (۲۵۴۰۰۰۰۰۰)
مرد (۱۳۰۰۰۰۰۰۰)
عورتیں (۱۲۴۰۰۰۰۰۰)
کل خواندہ (۱۰۹۰۰۰۰۰)



سنہ ۱۸۹۱ء کل آبادی (۲۸۷۰۰۰۰۰۰)

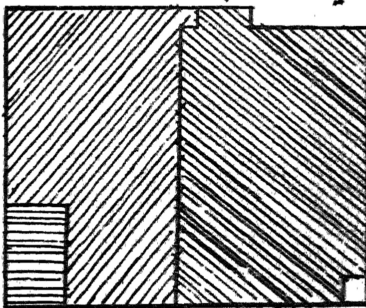
مرد (۱۴۷۰۰۰۰۰۰)
عورتیں (۱۴۰۰۰۰۰۰۰)
کل خواندہ (۱۲۰۰۰۰۰۰)



مرد خواندہ (۱۱۵۰۰۰۰۰) عورت خواندہ (۵۰۰۰۰۰)

سنہ ۱۹۰۱ء کل آبادی (۲۹۳۰۰۰۰۰۰)

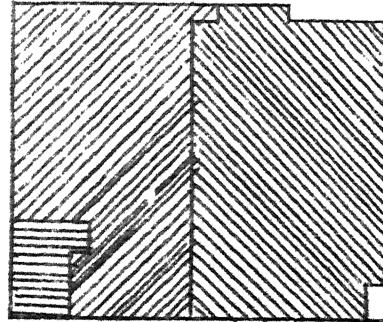
مرد (۱۴۹۰۰۰۰۰۰)
عورتیں (۱۴۴۰۰۰۰۰۰)
کل خواندہ (۱۵۷۰۰۰۰۰)



مرد خواندہ (۱۴۷۰۰۰۰۰) عورت خواندہ (۱۰۰۰۰۰۰)

سنہ ۱۹۱۱ع

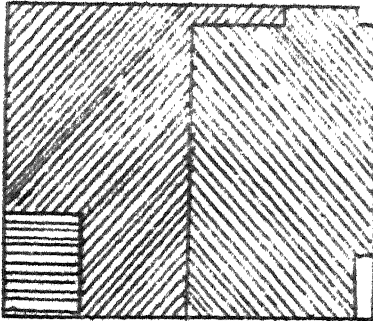
کل آبادی (۳۱۵۰۰۰۰۰)
مرد (۱۶۱۰۰۰۰۰)
عورتیں (۱۵۴۰۰۰۰۰)
کل خواندہ (۱۹۵۰۰۰۰)



مرد خواندہ (۱۷۹۰۰۰۰) عورت خواندہ (۱۶۰۰۰۰)

سنہ ۱۹۲۱ع

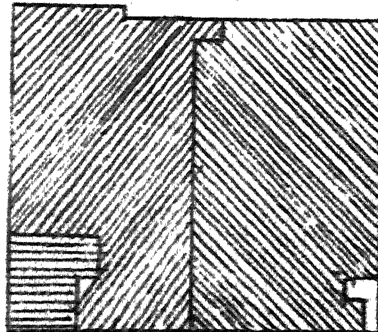
کل آبادی (۳۱۵۰۰۰۰۰)
مرد (۱۶۰۰۰۰۰۰)
عورتیں (۱۵۵۰۰۰۰۰)
کل خواندہ (۲۲۰۰۰۰۰)



مرد خواندہ (۱۹۸۰۰۰۰) عورت خواندہ (۲۸۰۰۰۰)

۳۱ مارچ سنہ ۱۹۲۶ع

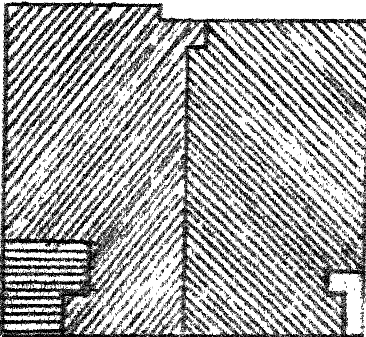
کل آبادی (۳۲۶۰۰۰۰۰)
مرد (۱۶۸۰۰۰۰۰)
عورت (۱۵۸۰۰۰۰۰)
کل خواندہ (۲۵۳۰۰۰۰)



مرد خواندہ (۲۲۰۰۰۰۰) عورت خواندہ (۳۳۰۰۰۰)

۳۱ مارچ سنہ ۱۹۲۷ع

کل آبادی (۳۲۸۰۰۰۰۰)
مرد (۱۶۹۰۰۰۰۰)
عورت (۱۵۹۰۰۰۰۰)
کل خواندہ (۲۶۲۰۰۰۰)



مرد خواندہ (۲۲۷۰۰۰۰) عورت خواندہ (۳۵۰۰۰۰) الکھ

شاید آپ کو ان دو نقشوں کے سمجھنے میں کچھ دقت پیش آئے جو مسٹر کوٹ مین کی رپورٹ کے تعلیمی حصہ سے اخذ کئے گئے ہیں اس لئے ان کو ذیل کے نقشہ میں حل کر دیا گیا ہے جس میں اس رپورٹ کے نقشوں کو سامنے رکھتے ہوئے سنہ ۱۸۷۲ء سے لیکر سنہ ۱۹۲۶ء تک ہندوستان کے کل خواندہ و ناخواندہ مرد و عورت کی تعداد دکھلائی گئی ہے اور پھر اس میں جو سال بہ سال اضافہ ہوتا رہا ہے، وہ بھی درج کر دیا گیا ہے۔

سال	کل آبادی	مرد	عورت	کل خواندہ	مرد خواندہ	عورت خواندہ
سنہ ۱۸۷۲ء	۲۰۶۰۰۰۰۰۰	۱۰۶۰۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰۰۰۰	۹۲۰۰۰۰۰	۵۰۰۰۰۰۰	۲۰۰۰۰۰
سنہ ۱۸۸۱ء	۲۵۴۰۰۰۰۰۰	۱۳۰۰۰۰۰۰۰	۱۲۴۰۰۰۰۰۰	۱۰۹۰۰۰۰۰	۱۰۵۰۰۰۰۰	۴۰۰۰۰۰
اضافہ	۴۸۰۰۰۰۰۰	۲۴۰۰۰۰۰۰	۲۴۰۰۰۰۰۰	۱۷۰۰۰۰۰	۱۵۰۰۰۰۰	۲۰۰۰۰۰
سنہ ۱۸۹۱ء	۲۸۷۰۰۰۰۰۰	۱۴۷۰۰۰۰۰۰	۱۴۰۰۰۰۰۰۰	۱۲۰۰۰۰۰۰	۱۱۵۰۰۰۰۰	۵۰۰۰۰۰
اضافہ	۳۳۰۰۰۰۰۰	۱۷۰۰۰۰۰۰	۱۶۰۰۰۰۰۰	۱۳۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰
سنہ ۱۹۰۱ء	۲۹۳۰۰۰۰۰۰	۱۴۹۰۰۰۰۰۰	۱۴۴۰۰۰۰۰۰	۱۵۷۰۰۰۰۰	۱۴۷۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰۰
اضافہ	۶۰۰۰۰۰۰	۲۰۰۰۰۰۰	۴۰۰۰۰۰۰	۳۷۰۰۰۰۰	۳۲۰۰۰۰۰	۵۰۰۰۰۰
سنہ ۱۹۱۱ء	۳۱۵۰۰۰۰۰۰	۱۶۱۰۰۰۰۰۰	۱۵۴۰۰۰۰۰۰	۱۸۵۰۰۰۰۰	۱۶۹۰۰۰۰۰	۱۶۰۰۰۰۰
اضافہ	۲۲۰۰۰۰۰۰	۱۲۰۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰۰۰	۲۸۰۰۰۰۰	۲۲۰۰۰۰۰	۶۰۰۰۰۰
سنہ ۱۹۲۱ء	۳۱۹۰۰۰۰۰۰	۱۶۴۰۰۰۰۰۰	۱۵۵۰۰۰۰۰۰	۲۲۶۰۰۰۰۰	۱۹۸۰۰۰۰۰	۲۸۰۰۰۰۰
اضافہ	۴۰۰۰۰۰۰	۳۰۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰۰	۴۱۰۰۰۰۰	۲۹۰۰۰۰۰	۱۲۰۰۰۰۰
۱۳ مارچ سنہ ۱۹۲۶ء	(تخمینی) ۳۲۶۰۰۰۰۰۰	۱۶۸۰۰۰۰۰۰	۱۵۸۰۰۰۰۰۰	۲۵۳۰۰۰۰۰	۲۲۰۰۰۰۰۰	۳۳۰۰۰۰۰
اضافہ	۷۰۰۰۰۰۰	۴۰۰۰۰۰۰	۳۰۰۰۰۰۰	۲۷۰۰۰۰۰	۲۲۰۰۰۰۰	۵۰۰۰۰۰
۳۱ مارچ سنہ ۱۹۲۷ء	۳۲۸۰۰۰۰۰۰	۱۶۹۰۰۰۰۰۰	۱۵۹۰۰۰۰۰۰	۲۶۳۰۰۰۰۰	۲۲۷۰۰۰۰۰	۳۵۰۰۰۰۰
اضافہ	۲۰۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰۰	۹۰۰۰۰۰	۷۰۰۰۰۰	۲۰۰۰۰۰

ذیل میں صرف صوبہ متحدہ کے اعداد و شمار پیش کئے جاتے ہیں، جس سے معلوم ہوگا کہ یقیناً حکومت کا نظام اسی کا مقتضی ہے کہ ہندوستان میں جاہلوں کی اتنی بڑی تعداد پائی جائے،

صوبہ متحدہ میں ایسے لڑکے جو مدرسے جانے کے قابل ہیں ان کی تعداد ۲۸ لاکھ، ۲۰ ہزار ہے اور اسی صوبہ میں حکومت کی طرف سے، جتنے طلبہ کی تعلیم کا اب تک نظم کیا گیا ہے، ان کی تعداد ۹ لاکھ ۷۵ ہزار ہے، یعنی صوبہ متحدہ میں (۱۸ لاکھ ۴۵ ہزار) افراد ایسے ہیں جو تعلیم حاصل کر سکتے ہیں، لیکن حکومت انکا کوئی نظم نہیں کرتی جب صوبہ متحدہ کی کیفیت یہ ہے تو ہندوستان کے بقیہ اکثر صوبے، جن میں بعض وہ صوبے بھی ہیں جو تعلیمی حیثیت سے، صوبہ متحدہ سے بہت گرے ہوئے ہیں، ان کا کیا حال ہوگا اس لئے اگر پورے ہندوستان کے جاہلوں کی تعداد کچھ اور بڑھ جائے تو کیا تعجب ہے، اگر ہندوستان کے تمام خواندوں کی تعداد، پورے ہندوستان کی آبادی پر بحساب فی ہزار تقسیم کر دی جائے تو ذیل کا اوسطاً فی ہزار خواندہ نکلتا ہے، جو بصورت نقشہ درج ذیل کیا جاتا ہے جس میں اور دوسرے ممالک کا بھی اوسطاً فی ہزار دکھلایا گیا ہے۔

نقشہ مظہر تعلیمی حالت فی ہزار، ہندوستان و دیگر ممالک کا مقابلہ

نام ملک	تعلیم یافتہ مرد فی ہزار	تعلیم یافتہ عورتیں فی ہزار
برطانیہ	۹۳۲	۹۱۳
امریکہ	۹۵۵	۹۳۰
فرانس	۹۶۵	۹۴۰
جرمنی	۹۹۰	۹۸۰
ڈنمارک	۹۵۵	۹۵۵
جاپان	۹۸۵	۹۶۶
ہندوستان	۵۰	۱۳

اگر ہندوستان کے تعلیمی اوسط کا، دوسرے ممالک کے تناسب خواندگی کے ساتھ مقابلہ کیا جائے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ہندوستان تعلیم میں تمام ممالک سے پیچھے ہے اور جہالت میں سب سے آگے،

ذیل میں ایک نقشہ درج کیا جاتا ہے جس میں ہندوستان کے خواندہ اور ناخواندہ کا، ممالک غیر کے خواندہ و ناخواندہ سے مقابلہ کیا گیا ہے

ہندوستان کا مقابلہ ممالک غیر سے

ملک	آبادی	اوسط خواندہ		اوسط ناخواندہ	
		مرد	عورت	مرد	عورت
ڈنمارک	۰	۱۰۰	۱۰۰	×	×
جرمنی	۶۳۰۰۰۰۰۰	۱۰۰	۱۰۰	×	×
جمہوریہ امریکہ	۱۰۶۰۰۰۰۰۰	۹۵٫۵	۳۹	۴٫۵	۶۱
جاپان	۰۲۵۰۰۰۰۰	۹۸	۹۶	۲	×
انگلستان	۴۱۰۰۰۰۰۰	۹۳٫۶۶	۹۱٫۵	۶٫۴۴	۸٫۵
روس	۱۴۰۰۰۰۰۰۰	۹۰	۰	۱۰	۰
فلپائن	۰	۷۰٫۵	۶۱	۲۹٫۵	۳۹
فرانس	۴۰۰۰۰۰۰۰	۹۵٫۵	۹۴	۴٫۵	۶
اٹلی	۴۲۰۰۰۰۰۰	۷۳	۰	۲۷	۰
ہسپانیہ	۲۱۸۰۰۰۰۰	۵۷	۰	۴۳	۰
پرتگال	۰	۳۵	۰	۶۵	۰
ہندوستان [illegible]	۳۱۶۰۵۵۲۳۱	۷٫۳	۱٫۷	۹۲٫۷	۹۸٫۳
ہندوستان ۱۹۳۶ء	۰	۹٫۵	۰	۰	۰

روس سے مقابلہ اس نقشہ میں جتنے ممالک ہیں ان میں ہندوستان کے بعد سب سے زیادہ آبادی روس کی

ہے یعنی (۱۴۰۰۰۰۰۰) لیکن ہندوستان کی آبادی روس سے دوگنی سے بھی زیادہ ہے، آبادی کے اس عظیم الشان تفاوت کے بعد بھی، سب سے زیادہ جاہلوں کی تعداد ہندوستان ہی میں بستی ہے، بلیٹین نمبر ۴ سنہ ۱۹۲۹ء مجریہ شعبہ تعلیم ممالک متحدہ امریکہ میں تمام دنیا کے ممالک کو جو تعداد میں ۶۸ ہیں، دس قسمتوں میں تقسیم کیا ہے، سب سے پہلی قسمت وہ ہے جس میں خواندوں کی تعداد ۹۰ اور سو فیصدی کے درمیان ہے، اس میں جاپان اور انگلستان بھی شامل ہیں، مگر ہندوستان بدقسمتی سے سب سے آخری قسمت میں ہے، یعنی جس میں خواندوں کی تعداد دس فیصدی سے بھی کم ہے،

جنگ عظیم کے بعد سے، روس کی تعلیمی حالت میں عظیم الشان ترقی ہو رہی ہے، سنہ ۱۹۲۰ء کی مردم شماری کے مطابق اس ملک کے پڑھے لکھے مرد اور عورتوں کی تعداد کا اوسط فی ہزار (۲۶۵) تھا، لیکن اشتراکی جمہوریت کے قیام کے بعد سے جو اصلاح وہاں کے نظام تعلیم میں کیگئی ہے، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اب پڑھے لکھوں کی تعداد میں تقریباً ۴ فیصدی کا اضافہ ہوگیا، صرف چند سالوں میں اتنی ترقی یقیناً حیرت انگیز ہے، اور ایک ہمارا ملک ہے جو سنہ ۱۸۷۱ء سے سنہ ۱۹۲۱ء تک یعنی ۵۰ سال میں بمقدار (۱ر۴) فیصدی ترقی کر سکا،

جاپان سے مقابلہ جاپان کے مرکزی جزائر میں، خواندوں کی تعداد مردم شماری کے اعتبار سے (۱۲ر۹۹) فیصدی ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ ہندوستان میں تعلیمی ترقی کی رفتار کیا ہے ؟

مردم شماری کی رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں سنہ ۱۸۸۱ء میں خواندوں کی تعداد (۳ر۵) فیصدی تھی، اور سنہ ۱۹۲۱ء میں (۷ر۱۳) فیصدی ہوگئی، اس لئے اگر ترقی کی رفتار یہی رہی تو ہندوستان، جاپان کے درجہ تک (۹۲۷) سال میں پہونچیگا،

خصوصاً بعض صوبوں میں تو تعلیمی رفتار بہت ہی سست ہے، مثلاً صوبہ متحدہ، جہاں سنہ ۱۸۸۱ء میں تعلیم یافتوں کا اوسط (۳ر۳) فیصدی تھا، اور سنہ ۱۹۲۱ء میں (۳ر۷) فیصدی ہوا یعنی ۴۰ سال میں بقدر (ر۷) کے بڑھا۔ اس حساب سے اس صوبہ کی کل آبادی، ۵½ ہزار سال میں، خواندہ بن سکتی ہے۔

یہی حال بعض اور صوبوں کا بھی ہے مثلاً آسام کی تعلیمی رپورٹ بابت سنہ ۱۹۲۸و۲۹ء میں مسٹر گوسوامی کے الفاظ ہیں کہ "تعلیمی ترقی کے اعتبار سے، جہاں ہم پندرہ سال قبل تھے، وہیں آن پہونچے"

ذیل میں ایک مفصل نقشہ درج کیا جاتا ہے جس سے پورے ہندوستان اور اس کے تمام صوبوں کے ہر قسم کے تعلیم یافتوں کی تعداد اور آبادی کے اعتبار سے ان کا فیصدی اوسط معلوم ہوسکے گا، یہ نقشہ ۱۹۲۱ء کی مردم شماری کی رپورٹ کو سامنے رکھکر بنایا گیا ہے،

۱۲

تعلیمی حالت قوم وار

اگر حکومت کا مقصد یہ ہوتا کہ ہندوستان میں تعلیم جاری ہو اور یہاں کی اکثریت تعلیم یافتوں میں منتقل ہوجائے، تو یقیناً ایسا نظام جاری کیا جاتا جس سے یکساں طریقہ پر ہندوستان کی ہر قوم فائدہ اٹھا سکتی، لیکن ذیل کے نقشہ سے معلوم ہوگا کہ ہندوستان میں تعلیمی ترقی کا مدار، ذاتی سرمایہ پر ہے، جس قوم کی مالی حالت بہتر ہوگی، اسی قدر اس میں تعلیم یافتہ زیادہ پائے جائینگے اور جس طریقہ سے مختلف اقوام میں سرمایہ داری کی حیثیت سے تفاوت ہوتا رہے گا، اسی طرح ان کی تعلیمی حالت بھی گرتی جائے گی،

اقوام	تعلیمی تناسب فی ہزار			فی ہزار جاہل	
	مرد	عورت		مرد	عورت
پارسی	۷۸۹	۶۷۲	۷۳٫۲	۲۱۱	۳۲۸
بدھ	۴۸۴	۹۶	۲۸٫۲	۵۱۶	۹۰۴
عیسائی	۳۹۰	۱۸۰	۲۴٫۲	۶۹۱	۸۲۰
جینی	۵۱۴	۷۶	۳٫۲	۴۸۶	۹۲۴
ہندو	۱۱۵	۱۴	۶٫۶۳	۸۸۵	۹۸۶
سکھ	۹۴	۱۴	۵٫۸	۹۰۶	۹۸۶
مسلمان	۸۱	۷	۴٫۵	۹۱۹	۹۹۳

آپ نے دیکھا کہ سب سے زیادہ تعلیم یافتہ، پارسیوں میں ہیں اور سب سے کم تعلیمی اوسط مسلمانوں کا ہے، باوجودیکہ مسلمان ہندوستان میں، بلحاظ آبادی دوسرے مرتبہ پر ہیں اور پارسیوں کی آبادی، مسلمانوں کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہے، ان تمام چیزوں کے باوجود، آخر یہ فرق، اور اتنا بڑا فرق کیوں پیدا ہوا؟ صرف اس لئے کہ ہندوستان میں، سب سے زیادہ سرمایہ دار قوم پارسیوں کی ہے، وہ اپنی ذاتی دولت کی بنا پر اپنے بچوں کو، عام طریقہ پر اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم دلا سکتے ہیں اسی لئے ان کا تعلیمی اوسط کہیں بڑھا ہوا ہے، اور ہندوستان میں سب سے زیادہ افلاس زدہ اور فقر و فاقہ میں زندگی بسر کرنے والی قوم مسلمانوں کی ہے، اس کے پاس اتنی رقم نہیں کہ اپنے بچوں کا تعلیمی خرچ برداشت کر سکے، اسی لئے اس کا تعلیمی اوسط تمام اقوام ہند سے کم ہے، سرمایہ داری اور افلاس کا یہی فرق، ذیل کے نقشہ سے بھی معلوم ہوگا۔ جو ماڈرن ریویو نے صوبہ بنگال کے ۲۰ سال سے زائد عمر کے تعلیم یافتہ مختلف اقوام کے تعلیم یافتہ مردوں اور عورتوں کی تعداد کے متعلق پیش کیا ہے

اقوام	خواندہ مرد	انگریزی داں مرد	کیفیت	
			عورت	
ہندو	۱۸۵۶۰۰۰	۳۷۹۰۰	کل تعلیم یافتہ	۳۷۰۰۰
برہمو	۴۴۸	۶۸۶		
آریہ	۲۸	۲۲		
سکھ	۷۲۱	۱۲۹	غیر مسلم تعلیم یافتہ	۳۵۲۰۰
جینی	۲۰۲۵	۶۲۵		
بودھ	۱۶۰۰۰	۱۴۰۰		
عیسائی	۲۶۰۰۰	۲۰۰۰۰	مسلم تعلیم یافتہ	۱۸۰۰
مسلمان	۹۱۸۰۰۰	۸۲۰۰۰		

باوجودیکہ صوبہ بنگال میں مسلمانوں کی آبادی ہندوؤں سے کہیں زیادہ ہے، لیکن پھر بھی، مسلمان تعلیم میں ہندوؤں سے نصف سے بھی کم ہیں موجودہ حکومت میں یہ سارا کھیل، دولت کا ہے، ہندوؤں کے پاس دولت ہے اس لئے وہ ہر

چیزمیں مسلمان سے آگے ہیں، مسلمان غریب ہیں، اس لئے ہر چیز میں پیچھے ہیں،
اب کوئی حکومت سے دریافت کرے کہ تعلیم صرف سرمایہ داروں کے لئے ہے یا اس میں غربا کا بھی کچھ حصہ ہے؟



ہندوستان کی تعلیم گاہیں اور متعلمین

مدارس اور تعلیم گاہیں، جن پر تعلیم کا مدار ہے اور جن کی قلت وکثرت سے تعلیم کی کمی وزیادتی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، اس کے متعلق ذیل میں ایک نقشہ پیش کیا جاتا ہے، جس سے معلوم ہوگا کہ سنہ ۱۸۹۹ء سے سنہ ۱۹۰۹ء تک مدارس میں سال بسال کیا اضافہ ہوا ہے، ذیل کے نقشہ میں ایسے مدارس بھی شامل ہیں جن سے حکومت کا کوئی تعلق نہ تھا بلکہ وہ پرائیویٹ درسگاہیں تھیں جو قوم ہی کے سرمایہ اور اسی کے نظم سے جاری رہیں (ملاحظہ ہو نقشہ مظہر تعداد مدارس و طلباء از سنہ ۱۸۹۹ء تا سنہ ۱۹۰۹ء)

برٹش مقبوضات ہند کی ۳۱½ کروڑ کی آبادی میں لڑکوں کے لئے صرف (۱۷۲) کالج تھے، لیکن امریکہ جہاں کی آبادی اس وقت تقریباً ۸ کروڑ تھی (۴۹۳) کالج تھے،

سنہ ۱۹۰۹ء تک ہر قسم کے طلبہ کی مجموعی تعداد (۵۲۴۵۸۷۵) تھی، سنہ ۱۹۱۰-۱۱ء میں بڑھ کر (۵۹۸۱۱۴۶) ہوگئی، اور سنہ ۱۹۰۹ء میں ہر قسم کے مدارس کی مجموعی تعداد (۱۲۴۳۴۳) تھی اور سنہ ۱۹۱۰-۱۱ء میں ترقی کرکے (۱۶۸۲۲۸) ہوگئی،

لیکن یہ بھی ملحوظ رہے کہ ان میں بہت بڑی تعداد، ایسے مدارس کی بھی شامل ہے، جنکا حکومت سے کوئی تعلق نہیں، ان کے تمام اخراجات ملک کے باشندے برداشت کرتے تھے، اور بہت سے مدارس ایسے بھی تھے، جن کو حکومت سے روپیہ کی ایک مخصوص مقدار بطور امداد کے ملتی تھی اور اس کے بقیہ اخراجات رعایا کے ذمہ تھے،

سنہ ۱۹۱۰ء میں، یہاں لڑکیوں کے کل سات کالج تھے، لیکن امریکہ میں ایکسو تیرہ [۱۱۳]،

ہندوستان میں (۳۲۰) عورتیں کالج میں پڑھتی تھیں، لیکن امریکہ میں (۱۶۶۷) عورتیں کالجوں میں پڑھتی تھیں اور (۴۳۴۴۸۰) لاکھ عورتیں اسکولوں میں مدرسی کے فرائض انجام دیتی تھیں، یہ تو سنہ ۱۹۱۰ء تک کے مدارس اور طلباء کی تعداد تھی، لیکن سنہ ۱۹۱۳ء تک تعلیم میں کچھ ترقی ہوئی، جسکی تفصیل ذیل میں معلوم ہوگی،

یہ اعداد وشمار سرکاری رپورٹ سنہ ۱۹۱۳ء سے ماخوذ ہیں،

پرائمری اسکول (۱۰۰۰۰۰) اوران میں پڑھنے والے طلبار کی تعداد (۴۵۰۰۰۰۰) لاکھ تھی، جن میں عورتیں بھی ہیں،
ثانوی مدارس (۶۹۰۰) ہزار تھے اور طلبار (۹۰۰۰۰۰) لاکھ،
ہائی اسکول اور مڈل اسکولوں کی تعداد (۳۰۵۲) ہزار تھی لیکن ان میں سرکاری اسکول صرف (۲۸۶) تھے اور بقیہ غیر سرکاری، جن کے اخراجات رعیت خود برداشت کرتی تھی،
صنعت وحرفت کے مدارس (۲۱۸) اوران میں طلبار کی تعداد (۱۰۵۳۲) ہزار تھی،
آرٹ اسکول صرف (۴) تھے اوران میں پڑھنے والے (۱۳۰۰) تھے،
اگریکلچر (زراعتی) (۶) اور طلبار کی تعداد (۱۵) تھی، اور میڈیکل کالج صرف (۵) تھے، وہ مدارس جہاں جانوروں کے علاج کی تعلیم دی جاتی تھی (۴) تھے، لاکالج (۴۷) اور ان میں پڑھنے والے طلبار کی تعداد (۲۸۰۰) تھی،
تجارتی مدارس (۲۶) تھے، لیکن ان میں سرکاری مدارس کی تعداد صرف (۳) تھی بقیہ پرائیویٹ تھے،
یونیورسٹیوں کی تعداد صرف (۵) اوراسی سال غیر ممالک میں، جو آبادی کے لحاظ سے ہندوستان سے بہت گھٹے ہوئے ہیں، یونیورسٹیوں کی تعداد اس سے کہیں زائد تھی جس کی تفصیل مندرجہ ذیل نقشہ سے معلوم ہوگی :

نام ملک	آبادی	تعداد یونیورسٹی
انگلینڈ	۴۱۰۰۰۰۰۰	۱۸
امریکہ	۸۵۸۰۰۰۰۰	۱۳۴
فرانس	۳۹۰۰۰۰۰۰	۱۵
جرمنی	۶۴۵۰۰۰۰۰	۲۲
اٹلی	۳۲۰۰۰۰۰۰	۱۱
میزان کل	۲۶۲۳۰۰۰۰۰	۲۱۰

آپ نے دیکھا کہ اگر ان پانچ ملکوں کو ملایا جائے، جب بھی ان کی مجموعی آبادی، ہندوستان سے کروڑوں کی

تعداد میں کم ہے لیکن ان ممالک میں (۲۱۰) یونیورسٹیاں تھیں اور ہندوستان میں صرف پانچ،

پنڈت مدن موہن مالویہ نے اپنی ایک تقریر میں کہا تھا کہ ہندوستان کی تمام یونیورسٹیوں میں (۲۸۰۰۰) ہزار طلبہ پڑھتے ہیں اور امریکہ میں (۲۴۰۰۰) ہزار صرف پروفیسر ہیں۔

ہندوستان کی آبادی کو سامنے رکھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ایک لاکھ آدمیوں میں سے، صرف ایک آدمی اعلیٰ تعلیم پا رہا ہے اور اس لاکھ میں سے، ایک سائنس کی تعلیم حاصل کر رہا ہے،

اس کے بعد ہندوستان نے تعلیم میں جو کچھ ترقی کی، مدارس اور طلباء میں جو اضافہ ہوا ہے، اس کی تعداد ذیل میں پیش کی جاتی ہے، جو ۱۹۲۶ء کی رپورٹ سے ماخوذ ہے، اور ذیل کے نقشہ میں ایسے مدارس بھی شامل ہیں جو اب تک حکومت کے نزدیک قابل اعتبار نہیں، اور حکومت سے کسی قسم کا تعلق قائم کئے بغیر اپنے کام میں مشغول ہیں

۱۹۲۶ء میں ہندوستان کی مختلف تعلیم گاہیں اور متعلمین

قسم تعلیم گاہیں	تعداد	تعداد متعلمین
یونیورسٹیاں اور جامعات	۱۳	۶۶۲۳
آرٹس کالج	۲۱۵	۶۳۵۸۸
فنی کالج	۵۷۵	۱۷۳۷۸
مدارس وسطانیہ	۸۲۳	۹۵۴۵۱۰
مدارس ابتدائی	۱۸۳۱۶۴	۷۷۹۹۰۷۶
مدارس خصوصی	۸۸۰۶	۲۸۹۸۹۱
مدارس فوقانیہ	۲۶۳۴	۷۶۱۶۳۷
لا کالج	۱۲	۰
میڈیکل	۱۰	۰
اگریکلچر	۴	۰
غیر مسلمہ تعلیم گاہیں	۳۴۷۳۶	۶۲۱۶۱۸
کل میزان	۲۳۰۹۸۲	۱۰۵۱۴۳۲۱

اگر غیر مسلمہ تعلیم گاہوں کی تعداد نکال دی جائے تو صرف حکومت کے متعلقہ، مدارس کی تعداد (۱۹۶۲۵۶) رہجاتی ہے اور اگر اسی طرح مذکورہ بالا اعداد و شمار سے ان طلبہ کی تعداد علیحدہ کردی جائے جو غیر مسلمہ تعلیم گاہوں میں پڑھ رہے ہیں، تو ہندوستان کے متعلمین کی تعداد (۳،۰۳، ۹۸۹۲) باقی رہجاتی ہے،

یہ تو یہاں کے مدارس اور طلبہ کی تعداد تھی، جسے شاید آپ کافی سمجھیں لیکن اگر ہندوستان کے مقابلہ میں، دوسرے ممالک کے مدارس اور طلبہ کی تعداد دیکھی جائے تو حیرت ہوتی ہے،

ہندوستان کا مقابلہ جرمنی سے

جرمنی کی کل آبادی، ۶ کروڑ تیس لاکھ ہے، یعنی جرمنی کا پورا ملک ہندوستان کا پانچواں حصہ ہے، بلکہ اس سے بھی کچھ کم، لیکن وہاں ۲۳ یونیورسٹیاں ہیں جو جرمنی کے مشہور ترین شہروں، برلن، بون، برسلاد، آرلانگن، افرنکفورٹ، گیسن، گوٹنگن، گرائف، والڈ ہالے، ہمبرگ، ہائیڈل برگ، جمنیا، کیل، کولن، کونگس برگ، لاپزگ، ماربرگ، میونک، ابنشر، اوسترنک، توبنگ گن، میں ہیں،

یہ وہ یونیورسٹیاں ہیں جہاں طلبہ کی کثیر تعداد، علمی تحقیقات اور فنی تفتیش میں مشغول رہتی ہے، ان سب یونیورسٹیوں میں مختلف علوم و فنون کی تعلیم دی جاتی ہے اور ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر مکمل ہے،

ہندوستان میں ٹیکنیکل کی تعلیم کہیں نہیں ہوتی لیکن جرمنی میں، ان یونیورسٹیوں کے علاوہ، ٹیکنیکل کالج بھی، آخن، برسلاڈ، ڈارم شٹڈٹ، واستان، ہانورڈ، کارس رو وغیرہ میں، موجود ہیں، میونک اور سٹٹ گارڈ کے کالج بھی بہت زیادہ مشہور ہیں،

اسی طرح تجارت جو ہر ایک ملک کی جان ہے، اس کی تعلیم کے لئے ہندوستان میں ایک کالج بھی ایسا موجود نہیں جہاں کاروبار کی تعلیم دی جاتی ہو، لیکن جرمنی میں اس کے انتظامات بھی مکمل ہیں، اور برلن کونگس برگ، لائپزگ، مین ہائم، نواہیرگ میں تجارت کی تعلیم کے لئے مستقل کالج موجود ہیں جہاں صرف تجارت کی تعلیم دی جاتی ہے،

ہندوستان کا مقابلہ روس سے

روس میں ابتدائی تعلیم کی مدت، چار سال رکھی گئی ہے اور ثانوی کی پانچ، اس کے بعد یونیورسٹیوں کی تعلیم شروع ہوجاتی ہے، جو لوگ عمر کی زیادتی یا کاروباری زندگی کی مشغولیت یا غربت کی وجہ سے، مدارس میں باقاعدہ تعلیم نہیں پاسکتے ان کے لئے مدارس شبینہ، صنعتی مدارس، مدرسہ بالغین نہایت اعلیٰ پیمانہ پر قائم کئے گئے ہیں،

روس میں سب سے زیادہ قابل تعریف وہ مکاتب ہیں، جہاں ۳ برس سے ۷ برس تک کی عمر کے بچوں کی تعلیم و تربیت کنڈرگارٹن کے اصول پر کی جاتی ہے، حکومت نے غریب لاوارث اور یتیم بچوں کے لئے جگہ جگہ دارالاقامۃ قائم کئے ہیں اور ان کی تعلیم و تربیت کا معقول انتظام کیا جاتا ہے، طلبا کے اخلاق کی نگرانی کے لئے، انسپکٹر مقرر ہیں، جو بازاروں میں، ریلوے اسٹیشن پر اور دیگر مقامات پر نوجوانوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں سنہ ۱۹۲۷ء میں ابتدائی مدارس کی تعداد (۱۱۴۵۰۴) تھی اور طلبہ کی تعداد (۱۱۰۰۰۰۰) تھی،

روس کے تعلیمی نظام کی خصوصیت، سیاسی مدارس ہیں، ان مدارس کا مقصد ایسے اشخاص پیدا کرنا ہے جو بالشویک اصول کی تبلیغ و اشاعت کا کام بہترین طریقہ سے دے سکیں سنہ ۱۹۲۳ء میں اس قسم کے مدارس کی تعداد (۲۳۲) تھی ان کے علاوہ کمیونسٹ جماعت کی یونیورسٹیاں ہیں جن کی تعداد سنہ ۱۹۲۶ء میں کل پندرہ تھی،

روس میں دو قسم کی یونیورسٹیاں ہیں، ایک کا مقصد جدید امریکن طریقہ پر کسانوں اور مزدوروں کی تعلیم ہے، ٹریڈ یونین اپنی آمدنی کا دسواں حصہ، ان یونیورسٹیوں کی امداد میں صرف کرتی ہے، ان یونیورسٹیوں کی طرف سے، شام کے وقت مختلف علمی، ادبی، اور فنی مضامین پر قابل اساتذہ، تقریر کے ذریعہ درس دیتے ہیں اس طریقہ سے صرف ماسکو میں اس وقت تقریباً دس ہزار طلبہ ۱۶۱ مختلف مضامین کے درس میں شریک ہوتے ہیں،

دوسری قسم کی یونیورسٹیاں جو باقاعدہ مختلف علوم و فنون، اور مشرقی زبانوں کی تعلیم دیتی ہیں ان کی تعداد ۱۲۵ ایک سو پچیس ہے، ان یونیورسٹیوں کے علاوہ، تعلیم اور تحقیقی کاموں کے لئے، معمل گاہیں، قائم کی گئی ہیں جنکی تعداد (۳۵) ہے،

مدارس، یونیورسٹیوں اور معمل گاہوں اور انجمنوں کے ذریعہ جو تعلیم ہوتی ہے، اس کے علاوہ کتب خانے بھی تعلیم کیلئے مفید ثابت ہو رہے ہیں، چنانچہ اس وقت تک جمہوریت روس میں، ۲۰ ہزار مستقل کتب خانے، ۵۰ ہزار سفری کتب خانے ہیں جو روس کے ۵½ لاکھ دیہاتوں میں وقتاً فوقتاً دورہ کرتے رہتے ہیں، (جامعہ)

روس کی آبادی زیادہ سے زیادہ ۱۴ کروڑ بتلائی جاتی ہے، لیکن آپ نے دیکھا کہ وہاں مختلف علوم و فنون کی ۱۲۵ یونیورسٹیاں ہیں، اور ایک بد قسمت ہندوستان ہے کہ یہاں یونیورسٹیوں کی تعداد صرف ۱۳ ہے،

ترکی ادارے

جرمنی اور روس کو چھوڑیئے، ترکی بیمار کو لیجئے، جو آبادی اور آمدنی دونوں میں، ہندوستان سے کہیں گرا ہوا ہے، جہاں کی آمدنی ہندوستان سے تیسرے اور آبادی ۳۰ ویں حصہ سے بھی کم ہے، وہاں تھوڑی آبادی اور تھوڑی آمدنی کے باوجود، مختلف علوم و فنون کے کالج، کثرت سے قائم ہیں، جن کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے ۔

ترکی میں مختلف فنون کے ادارے

ادارے	تعداد	کیفیت
حقوقی ادارے (لا کالج)	۱۸۱	ہندوستان میں کل ۱۲ ہیں
ڈاکٹری ادارے	۴۳۵	" " ۱۰ ہیں
ادارہ ہائے کانکنی	۲۳۰	ہندوستان میں ایک بھی نہیں
فوجی مکاتب	•	تعداد معلوم نہ ہوسکی
فنی ادارے	۱۴۲	
انجنیری	۱۵۰	
ادبیات	۱۵۲	
تجارتی	۴۸	

ابتدائی تعلیم

موجودہ زمانہ میں، تعلیم کی ضرورت، انسان اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں محسوس کر رہا ہے، اس ضرورت کا احساس اس واقعہ سے کیا جاسکتا ہے کہ انگلستان میں جنگ عظیم کے دوران میں اس امر کی ضرورت محسوس ہوئی کہ ثانوی تعلیم کو جبریہ کر دیا جائے، وہ وقت ایسا سخت تھا کہ سلطنت کو فوجی اخراجات کے لئے لاکھوں روپے روزانہ کی ضرورت ہوتی تھی، مگر عین جنگ کے زمانہ یعنی ۱۹۱۶ء میں ایک

قانون پاس کیا گیا جس کی رو سے، انگلستان کے ہر بچے کے لئے ہائی سکول تک کی تعلیم جبریہ اور مفت کردی گئی اور جس طرح بن پڑا اس کام کے لئے، روپیہ فراہم کیا گیا، غرض تعلیم کی ضرورت سے کسی طرح آنکھیں بند نہیں کیجاسکتیں کیونکہ اس زمانہ میں انسان کی زندگی کا جو گوشہ بھی لیا جائے، اس میں کامیابی و ترقی کا مدار تعلیم پر ہے، اسی لحاظ سے اب تعلیم کے دو حصے ہو گئے ہیں، ایک ابتدائی دوسرے اعلیٰ، اعلیٰ تعلیم کا مقصد بلند عہدے، اور اعلیٰ ملازمتوں کے علاوہ یہ ہے کہ مختلف علوم وفنون، مثلاً صنعت وحرفت، تجارت وزراعت، وغیرہ میں کمال پیدا ہوسکے، ہندوستان میں اعلیٰ تعلیم کا معیار بھی، اپنے اصلی پیمانہ سے کہیں گرا ہوا ہے اور اخراجات کی زیادتی کی وجہ سے عام طریقہ پر لوگ اعلیٰ تعلیم حاصل کر بھی نہیں سکتے، اسی لئے اس کا اثر ملک کی خواندہ وناخواندہ آبادی کی زیادتی وکمی پر زیادہ نہیں پڑتا، ابتدائی تعلیم، یعنی معمولی پڑھے لکھے لوگ، جنکی تعداد کا اضافہ، ملک کی تجارت صنعت وحرفت اور تمام دوسرے ذرائع آمدنی کی ترقی اور سیاسی حقوق وسیع پیمانہ پر ملنے کا باعث ہوتا ہے اور جس کی قلت وکثرت ملک کی خواندہ وناخواندہ آبادی کی زیادتی وکمی پر اثر انداز ہوتی ہے، اس کا نظم بھی ہندوستان میں نہایت ہی ناقص ہے، اور جاہلوں کی سب سے بڑی تعداد، ہندوستان میں بستی ہے،

۱۹۲۱ء سے ابتدائی تعلیم میں ترقی معلوم ہو رہی ہے، لیکن ہر ابتدا کے لئے، اچھی انتہا ضروری ہے اگر ہمارے بچوں کی ابتدائی تعلیم، اعلیٰ تعلیم کے لئے، درمیانی کڑی بن سکتی... تو اس ترقی کی قدر کی جاتی، اور ہم یہ کہہ سکتے کہ حکومت ہندوستان کی تعلیم کی طرف توجہ کر رہی ہے لیکن واقعہ ایسا نہیں،

ہارٹوگ کمیٹی نے اب سے چار سال پہلے اس مسئلہ کو پیش کرتے ہوئے یہ تصریح کی تھی کہ "ابتدائی مدارس غیر مؤثر اور بیکار ثابت ہو رہے ہیں، اور ان سے آبادی کے تعلیم یافتہ طبقہ میں کوئی اضافہ نہیں ہوا"

ہندوستان ایک غریب ملک ہے، یہاں کے باشندوں کی آمدنی تمام ممالک سے کم ہے، وہ اعلیٰ تعلیم کے حد سے بڑھے ہوئے اخراجات کو برداشت نہیں کرسکتے، اسی لئے ہندوستانی بچے ابتدائی تعلیم حاصل کرکے، پڑھنا چھوڑ دیتے ہیں، اور جاہل رہ جاتے ہیں، جب تک ابتدائی تعلیم اور اعلیٰ تعلیم میں ربط پیدا نہ ہو جائے، اس وقت تک ابتدائی تعلیم کو ہرگز مفید نہیں کہا جاسکتا، خواہ اس میں ہزاروں ترقیاں ہوتی رہیں،

اسی بنا پر انگلستان میں ثانوی تعلیم لازمی اور مفت کردی گئی ہے، تاکہ تعلیم میں قدم رکھنے والا انسان اپنی تعلیم کو

آگے بڑھانے پر مجبور ہو، اور ابتدائی تعلیم اور اعلیٰ تعلیم میں ربط پیدا ہو کر، مفید نتیجہ برآمد ہو، اور ملک کی تعلیم یافتہ آبادی میں ہر سال اضافہ ہوتا رہے، اس کے بعد ہمیں ابتدائی تعلیم کی ترقی اور ابتدائی مدارس کے اضافہ کو دیکھنا ہے کہ آیا ہندوستان کی آبادی کے لحاظ سے وہ اضافہ قابل اعتنا بھی ہے یا نہیں،

امریکہ

پرائمری اسکولوں کی تعداد ہندوستان میں (۲۰۶۰۰۰) لاکھ ہے اسی کے مقابل امریکہ میں ۱۰ کروڑ ۶۰ لاکھ کی آبادی کے اندر، پرائمری اسکولوں کی تعداد (۳۱۷۰۰۰) لاکھ ہے، اس لئے ہندوستان میں، یہاں کی آبادی کو سامنے رکھتے ہوئے (۹۴۸۱۸۴۰) لاکھ پرائمری اسکول ہونے چاہئیں، لہٰذا امریکہ کے لحاظ سے، ہندوستان میں (۹۲۷۵۸۴۰) لاکھ، پرائمری اسکول کم ہیں۔

انگلستان

انگلستان کی آبادی، ۴ کروڑ ۱۰ لاکھ ہے اور پرائمری اسکولوں کی تعداد ۸۶ ہزار ہے، اس لحاظ سے ہندوستان میں، یہاں کی آبادی کو سامنے رکھتے ہوئے (۹۴۹۶۱) لاکھ تقریباً پرائمری اسکول ہونے چاہئیں، لہٰذا انگلستان کے مقابلہ میں، ہندوستان میں (۹۴۹۳۸۴۹) لاکھ پرائمری اسکول کم ہیں،

جب کہ ہندوستان میں ممالک غیر کے اعتبار سے، پرائمری اسکولوں کی تعداد، اسقدر کم ہے، تو اسی سے ابتدائی تعلیم کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، کہ اس کا نظام ہندوستان میں کتنے معمولی پیمانہ پر کیا گیا ہے، پھر اگر ہندوستان تعلیم میں تمام ممالک سے پیچھے ہو تو کیا تعجب ہے؟ اب تک صرف ہندوستان کے مدارس سے بحث کی گئی تھی، اور ممالک غیر سے مقابلہ کر کے بتایا گیا تھا کہ مدارس کی تعداد، ہندوستان کی آبادی کے لحاظ سے قطعاً ناکافی ہے، اب ہندوستان کے ان معلمین کو، کہ جن کا تعلق گورنمنٹ کے اسکولوں اور کالجوں سے ہے، اور پھر اس کا دوسرے ممالک سے مقابلہ کر کے دیکھئے تو یہ تعداد بھی، ہندوستان کی آبادی کے لحاظ سے بہت ہی کم معلوم ہوتی ہے،

ہندوستان کا مقابلہ امریکہ سے

ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے سرکاری اسکولوں میں، ساڑھے سات لاکھ مدرس کام کرتے ہیں (کالجوں اور یونیورسٹیوں کے مدرسین کی تعداد اس کے علاوہ ہے) ان میں سے نصف مدرسین، صرف زراعت پیشہ اقوام کے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے مخصوص ہیں اور صرف فن زراعت (اگریکلچر) کی تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کی تعداد امریکہ میں

۱۸ لاکھ ہے، صرف اس تعداد کو سامنے رکھتے ہوئے، ہندوستان میں ہر قسم کے طلبہ کی مجموعی تعداد (۲۴۱۵۱۳۹۱) کروڑ ہونی چاہیئے، کیونکہ امریکہ کی آبادی دس کروڑ اور ہندوستان کی آبادی ۱۹۲۱ء کی مردم شماری کی رو سے (۳۱۶۰۵۵۲۳۱) ہے لہذا اس حساب سے ہندوستان میں (۱۴۲۵۸۶۸۴) کروڑ متعلمین کم ہیں، ۱۹۲۰ء میں ڈیڑھ کروڑ طلبہ، امریکہ کے، صرف ہائی اسکولوں میں زیر تعلیم تھے، ۱۹۳۰ء میں انکی تعداد ڈھائی کروڑ ہوگئی، یعنی ہائی اسکولوں میں اس قلیل عرصہ کے اندر، ۷۰ فیصدی کا اضافہ ہوا، تو اس لحاظ سے امریکہ اور ہندوستان کی آبادی کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہندوستان میں (۴۴۰۹۷۵۵۷) کروڑ طلبہ ہونے چاہییں، اس حساب سے امریکہ کے مقابلہ میں (۱۶۱۳۸۶۶۵۶) کروڑ طلبہ ہندوستان میں کم ہیں،

ہندوستان کا مقابلہ روس سے

اگر ہندوستان کا مقابلہ روس سے کیا جائے تو اور بھی حیرت ہوتی ہے، زار روس کے عہد میں صرف تیس فیصدی، روسی لکھ پڑھ سکتے تھے، مگر سوویٹ روس کی پنج سالہ اسکیم کے ماتحت، صرف ۴½ برس کے اندر، ۲ کروڑ ۹۰ لاکھ روسی شہریوں کو، نوشت و خواند کی لیاقت پیدا ہوگئی، جس سے اب روس میں، خواندہ اشخاص کی تعداد ۹۰ فیصدی ہوگئی ہے،

روس میں ۱۹۲۷ء میں ابتدائی مدارس کے طلبہ کی تعداد (۱۱۰۰۰۰۰) تھی، اور ۱۹۲۳ء میں سیاسی مدارس کے طلبہ کی تعداد (۱۶۰۰۰) تھی، ۱۹۲۶ء میں کمیونسٹ یونیورسٹی میں پڑھنے والے، چھ ہزار سے زائد تھے، اور مختلف علوم و فنون کی باضابطہ یونیورسٹیوں میں ڈیڑھ لاکھ سے زائد طلبہ زیر تعلیم تھے (جامعہ)

اس وقت روس کے اسکولوں میں ایک کروڑ ۸۰ لاکھ طلبہ موجود ہیں اور پانچ لاکھ بچے کنڈرگارٹن اسکولوں میں پڑھ رہے ہیں، اس لئے روس میں زیر تعلیم طلبہ کی مجموعی تعداد (۱۹۳۰۰۰۰۰) ہوتی ہے، اور روس کی آبادی زائد سے زائد ۱۴ کروڑ ہے، اس لحاظ سے ہندوستان میں (۴۳۲۹۹۵۶۷) طلبہ، زیر تعلیم ہونے چاہئیں، اس حساب سے روس کے مقابلہ میں (۴۴۸۶۴۰۶۳۳) طلبہ ہندوستان میں کم ہیں،

ہندوستان کا مقابلہ بلجیم سے

اگر ہندوستان کا مقابلہ بلجیم سے کیا جائے، تو حیرت کی، کوئی انتہا نہیں رہتی بلجیم کی مجموعی آبادی (۷۶۰۰۰۰۰) لاکھ ہے، یعنی ہندوستان کی آبادی کا چالیسواں حصہ، لیکن بلجیم کی اس قلیل آبادی میں، طلبہ کی تعداد (۱۹۰۸۴۳۲) سے

اس لئے تعلیم کے اعتبار سے ہندوستان میں، یہاں کی آبادی کو پیش نظر رکھتے ہوئے (۹۲،۶۱۶،۴۳۵) طلبہ ہونے چاہئیں اس حساب سے ہندوستان میں (۳۳،۴۴۲،۷۷۲) طلبہ کی کمی ہوئی،

شاید آپ کہیں کہ یہ ممالک اور بالخصوص امریکہ تو دنیا میں سب سے زیادہ متمدن ملک ہے، بھلا وہاں کی ترقیوں کا مقابلہ، ہندوستان کس طرح کرسکتا ہے، اگرچہ ہندوستان کی آبادی کو دیکھتے ہوئے یہ تخیل طفلانہ کہلائے گا،

خیر امریکہ کو جانے دیجئے، دنیا کے سب سے زیادہ مصیبت زدہ ملک ترکی کو لیجئے، جو اپنے بہادر شہسواروں کی جانیں، اور اپنے صبا رفتار گھوڑوں کی گردنیں، اپنی رعایا کی محنت سے کمائی ہوئی، دولت، اور اپنے ملک کا اکثر و بیشتر حصہ، تہذیب و تمدن کا دعویٰ کرنے والوں اور اپنے کو انسانیت کا واحد حصہ دار سمجھنے والوں کی نذر کرچکا ہے،

ان ساری چیزوں کے باوجود ترکی، ہندوستان سے تعلیم میں کہیں بڑھا ہوا ہے،

ہندوستان کا مقابلہ ترکی سے

آخری مردم شماری کے مطابق ترکی کی آبادی ۱۳ ملین یعنی ایک کروڑ تیس لاکھ ہے ترکی میں پانچ قسم کے مدارس ہیں جن میں سے ۴ قسم کے مدرسے، اور یونیورسٹی (جس میں صرف قانون، صنعت و حرفت، سائنس، ادبیات، دندان سازی دواسازی، کے شعبے داخل ہیں) کے طلبہ کی تعداد ذیل میں درج کی جاتی ہے، مختلف علوم و فنون مثلاً حرب، انجنیری، وغیرہ کے کالج اور ان میں زیر تعلیم طلبہ کی تعداد، اس کے علاوہ ہے،

اقسام مدارس	تعداد طلبہ
دیہاتی مدارس	۲۸۷۰۶۸
ابتدائی مدارس	۱۶۹۹۲۵
مڈل اسکول	۲۰۷۶۳
ہائی اسکول	۶۸۶۸
یونیورسٹی ^[۱]	۳۷۶۳۹
کل تعداد	۵۱۱۲۶۳

[۱] یونیورسٹی کے طلبہ میں قانون حاصل کرنیوالے (۱۷۳۹) ہیں، فن حاصل کرنے والے (۴۰۸) ہیں، سائینس کے شعبہ میں (۷۹۲) ہیں، ادبیات سے شغف رکھنے والے (۳۱۱) ہیں، دندان سازی اور دواسازی کے درجوں میں (۳۸۶) ہیں ۱۲ منہ

ترکی کے صرف ان مدارس میں، زیر تعلیم طلبہ کی تعداد کے لحاظ سے، ہندوستان میں یہاں کی آبادی کے اعتبار سے (۴۵۱۶۱۳۳۱۲ کروڑ) طلبہ ہونے چاہئیں، اس حساب سے ترکی کے مقابلہ میں (۱۵۴۳۲۴۴۲) لاکھ طلبہ ہندوستان میں کم ہیں،

آبادی کے اعتبار سے اوسط متعلمین فیصدی

اگر مختلف ممالک کے طلبہ کی تعداد کو، ان کی آبادی پر پھیلا کر، اوسط متعلمین نکالا جائے، تو ذیل کا نقشہ تیار ہوتا ہے،

نام ملک	اوسط متعلمین فیصدی	نام ملک	اوسط متعلمین فیصدی
جرمنی	۳۹٫۵	انگلستان	۳۹٫۲
امریکہ	۳۷٫۵	فرانس	۲۸٫۶
ڈنمارک	۳۵٫۴	ترکی	۳٫۹
جاپان	۳۸٫۵	بلجیم	۲۶٫۱۴
روس	۱۳٫۷	ہندوستان	۳٫۲

آپ نے دیکھا کہ ہندوستان کا اوسط متعلمین تمام ممالک سے کم ہے، باوجودیکہ ہندوستان کی آبادی سب سے زیادہ ہے، یہ سارے اعداد و شمار ۱۹۲۱ء کی مردم شماری اور تعداد متعلمین کے اعتبار سے مرتب کئے گئے ہیں ۱۹۲۵ء میں ہندوستان نے تعلیم میں کچھ ترقی کی ہے جسے بہت ہی فخر کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے، لیکن تعلیم کے متعلق جو اعداد و شمار شائع ہوئے ہیں، اس سے ترقی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ۱۹۲۵ء میں (۹۱۱۳) مدارس کا اضافہ ہوا اور اسی سال (۲۸۲۰۶۰) طلبہ زائد ہوئے، لیکن جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ (۲۸۲۰۶۰) طلبہ میں (۴۰۰۰۰) طلبہ وہ ہیں جو ابتدائی مدارس میں داخل ہوئے، تو معلوم ہوتا ہے کہ ترقی کی رفتار ہمت افزا نہیں،

ط صوبہ پنجاب کے اضافہ مدارس کو ذیل کے نقشہ میں ظاہر کیا جارہا ہے، جس سے معلوم ہوگا کہ حسب ترتیب اسکولوں کی تعداد بڑھتی گئی،

سال	کالج	سکنڈری اسکول	پرائمری اسکول
سنہ ۱۹۱۵ء	۱۷	۶۱۴	۵۶۷۹
سنہ ۱۹۲۰ء	۲۷	۱۰۷۵	۶۳۸۶
سنہ ۱۹۲۴ء	۳۱	۱۷۵۸	۶۶۰۱
سنہ ۱۹۲۷ء	۲۸	۲۷۴۷	۷۴۴۱

آپ نے دیکھا کہ سنہ ۲۴ء میں ۴ کالجوں کا اضافہ ہوا، لیکن سنہ ۱۹۲۷ء میں پھر تین کالج کم کردئے گئے، شاید حکومت کے نزدیک کالجوں کی یہ تعداد ضرورت سے زیادہ ہوگئی ہو اور کالج طلبہ سے خالی پڑے رہتے ہوں،

اور اس اضافہ کے بعد بھی، سرکاری مدارس کے طلبہ کی کل تعداد، ہندوستان میں (۱۰۱۷۴۷۶۳) ہوتی ہے جو پھر بھی امریکہ اور ترکی کے متعلمین کو سامنے رکھتے ہوئے، بہت ہی کم ہے اور خصوصاً روس کی ۴½ سالہ ترقی کے مقابلہ میں تو کوئی حیثیت ہی باقی نہیں رہتی، روس ہی کی طرح جاپان کی ساری ترقیاں بالکل نئی اور تھوڑے سے ہی عرصہ کی ہیں،

جاپان کی تعلیمی ترقی کا اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے، کہ جاپان میں وہ تمام بچے جو پڑھنے کے قابل تھے

سنہ ۱۹۰۰ء میں ۸۰ فیصدی مدارس میں پڑھتے تھے،

سنہ ۱۹۱۰ء میں ۹۷ " " "

سنہ ۱۹۲۲ء میں ۹۹ " " "

اور اسی کے مقابل ایک بدقسمت ملک ہندوستان ہے جہاں سنہ ۱۹۲۷ء تک بھی (۲۶/۳) فیصدی سے زیادہ بچے مدارس میں نہ جاسکے،

متعلمین ابتدائی کا فیصدی اوسط

ابتدائی تعلیم کی اہمیت پہلے بیان کی جاچکی ہے اور یہ بھی بتلایا جاچکا ہے کہ ہندوستان میں ابتدائی اسکولوں کی تعداد، یہاں کی آبادی کا لحاظ کرتے ہوئے، بہت ہی کم ہے، اب ذیل میں ایک نقشہ سنہ ۱۹۱۱ء کی مردم شماری سے مرتب کیا گیا ہے، جس سے معلوم

ہوگا کہ مختلف ممالک کے متعلمین ابتدائی کو وہاں کی آبادی پر پھیلا کر اوسط نکالا جائے تو ہندوستان ہی کے متعلمین ابتدائی کا اوسط، تمام ممالک سے کم یعنی فیصدی ایک عشاریہ نکلتا ہے ۔

نقشہ مظہر تعداد متعلمین ابتدائی فی صدی

نام ملک	تعداد متعلمین فی صدی	نام ملک	تعداد متعلمین فیصدی ابتدائی	نام ملک	تعداد متعلمین فیصدی ابتدائی
امریکہ	۳۱	نذرلینڈ	۱۵ سے ۱۷ تک	روس	۴ سے ۵ تک
انگلستان	۱۷ سے ۲۰ تک	سوئیڈن	۱۴	ڈنمارک	۱۳
جاپان	۱۱	بلجیم	۱۲	فلپائین	۶
سوئیزرلینڈ	۱۰ سے ۲۰ تک	ناروے	۱۵ سے ۱۷ تک	اٹلی	۸ سے ۹ تک
آسٹریلیا	۱۷ سے ۲۰ تک	فرانس	۱۴ سے کچھ زائد	پرتگال	۴ سے ۵ تک
کناڈا	۱۷ سے ۲۰ تک	آسٹریا	۱۵ سے ۱۷ تک	یونان	۸ سے ۹ تک
جرمنی	۱۵ سے ۱۷ تک	ہسپانیہ	۸ سے ۹ تک	ہندوستان	۱٫۹



تعلیم پر خرچ اور اس کی تفصیلات

ہندوستانیوں کی تعلیم کے متعلق، حکومت کے خیالات، یہاں کے باشندوں کو جاہل رکھنے کے منصوبے، پھر تعلیم کا بعض مخصوص اغراض کے ماتحت جاری کیا جانا اور ہندوستان کی موجودہ تعلیمی حالت اور اس کا ممالک غیر سے مقابلہ، یہ سب کچھ آپ کی نگاہ سے گذر ا یقیناً آپ نے اندازہ کر لیا ہوگا کہ جس حکومت نے اپنے ملک میں صرف اس لئے تعلیم جاری کی کہ نظام سلطنت کو باقی رکھنے کے لئے کچھ سستے کلارک ملازم ہاتھ آجائیں، اور جس حکومت نے، نظام تعلیم، تعلیم اور رفاہ عام کے لئے قائم ہی نہ کیا ہو، بلکہ اس کا مقصد کسی نہ کسی طرح جاہل رکھنے کے الزام کو صرف ایک درجہ تک رفع کرنا ہو ۔

یا جکو یہ خوف ہر وقت دامنگیر رہتا ہو کہ اگر یہ قوم تعلیم یافتہ ہو گئی تو ہماری حکومت باقی نہ رہے گی وہ بھلا کس طرح اپنا یا ملک کا سرمایہ تعلیم میں لگا سکتی ہے اور اگر لگائے بھی تو اس کی مقدار کیا ہو گی! لیکن قیاس محض کو رہنما کیوں بنایے اس سفر کی آخری منزلیں بھی، واقعات ہی کے سایہ میں طے کریئے،

یہ ایک واقعہ ہے کہ اگر ہندوستان کی تعلیمات کے متعلق، ہر قسم کی بحث سے علیحدہ ہو کر، صرف اس خرچ کو دیکھا جائے، جو گورنمنٹ تعلیم کے سلسلہ میں صرف کر رہی ہے، تو یقیناً ہر شخص کو یہی فیصلہ کرنا پڑے گا کہ ہندوستان کا نظام تعلیم حد سے زیادہ مایوس کن ہے۔

یہ صرف ہمارا خیال نہیں، بلکہ سائمن کمیشن، جسے نہ معلوم کن کن توقعات پر، مرتب کیا گیا تھا، اور اس نے امیدیں پوری کیں لیکن تعلیمات کے مسئلہ پر پردہ بھی پردہ نہ ڈال سکا، چنانچہ سائمن رپورٹ میں تعلیم کے متعلق لکھا ہے کہ

"سوشل خدمات مثلاً تعلیم، حفظان صحت، صفائی وغیرہ کا صرفہ (مہذب ممالک کے) معیار سے نہایت گرا ہوا ہے اور بعض شعبوں میں بالکل صفر ہے"

اب اس کو کیا کیا جائے کہ جرم کا اقرار، خود مجرم، اپنی زبان سے کر رہا ہے۔

اگر ہندوستان کے تعلیمی اخراجات کو دیکھا جائے تو سائمن کمیشن کی تحقیقات کی تصدیق ہوتی ہے،

۱۹۲۴ء تک تو حکومت تعلیم پر تقریباً دس کروڑ روپیہ سالانہ صرف کیا کرتی تھی لیکن ۲۶-۱۹۲۵ء میں اس خرچ پر (۱۰،۳۱۰،۹۰۹) کروڑ روپیہ کا اضافہ ہوا ہے جس کی صوبہ وار تفصیل حسب ذیل ہے،

نام صوبہ	رقم جس کا اضافہ ہوا	نام صوبہ	رقم جس کا اضافہ ہوا
صوبہ بمبئی	۳۷ ½ لاکھ	مدراس	۳۶ لاکھ
پنجاب	۲۹ لاکھ	بنگال	۲۱ لاکھ
برما	۲۷ لاکھ		

ممالک متحدہ آگرہ و اودھ میں، کل اخراجات تعلیمی کا بقدر، ۷۵ فیصدی گورنمنٹ صرف کرتی ہے، بخلاف اس کے بنگال

گورنمنٹ کا خرچ تعلیمی مد میں صرف ۱۳ر۱ ہے، صوبہ جات متوسط کا ۲ر۱۱ فیصدی فیس سے وصول ہوتا ہے اور بنگال میں (۴۱ر۲) فیصدی اخراجات تعلیمی میں فیس سے وصول کیا جاتا ہے۔ سنہ ۱۹۲۶ء میں (۹۷۹۷۳۴۴) طلبہ پر مرکزی حکومت ہند نے (۹۵۹۰۸۰۳۰) کروڑ روپیہ صرف کیا یعنی حکومت، اپنی آمدنی سے ۵ فیصدی تعلیم پر خرچ کرتی ہے، جس کا اوسط ایک طالب علم پر ۵ سالانہ ہوتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں تعلیم پر جو مجموعی رقم خرچ ہو رہی ہے اس کا ۹/۱۰ حصہ تو فیس وغیرہ سے وصول ہوتا ہے، جو اس غریب ملک کے باشندے ادا کرتے ہیں، اور صرف ۱/۱۰ گورنمنٹ صرف کرتی ہے،

تازہ اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ مرکزی اور صوبجاتی حکومتوں کا مجموعی خرچ تعلیمات پر تقریباً ۳۱ کروڑ روپیہ ہے، اس لحاظ سے گورنمنٹ ایک طالب علم پر سالانہ ۵ ۳ر۴ خرچ کر رہی ہے،

شاید آپکو یہ خرچ کافی معلوم ہوتا ہو لیکن اگر ممالک غیر سے مقابلہ کیا جائے تو ہندوستان کا تعلیمی خرچ، یہاں کی آمدنی کے لحاظ سے، بہت ہی کم ہے۔

امریکہ کے تعلیمی اخراجات سے مقابلہ

امریکہ کی تعلیمی ترقیاں روزافزوں ہیں رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ میں سرکاری ہائی اسکولوں کا خرچ (۶۲۵۰۰۰۰۰) کروڑ روپیہ سالانہ ہے،

سنہ ۱۹۲۰ء میں کالجوں اور یونیورسٹیوں کا سالانہ تعلیمی بجٹ (۹۳۷۵۰۰۰۰) کروڑ روپیہ کا تھا اور سنہ ۱۹۲۶ء میں ان پر (۳۷۵۰۰۰۰۰۰) ارب روپیہ صرف کیا گیا، اور صرف بالغ اشخاص کی تعلیم پر (۱۸۷۵۰۰۰۰) کروڑ روپیہ صرف کیا جاتا ہے، اس کے علاوہ متعلقات تعلیم پر بھی، امریکہ گرانقدر رقم خرچ کر رہا ہے، چنانچہ وہاں سرکاری اسکولوں کے ساز و سامان پر (۹۳۷۵۰۰۰۰) کروڑ روپیہ خرچ کیا گیا ہے، اور اگر ان کی عمارتوں کا خرچ بھی اس میں شامل کر دیا جائے تو اس کی تعداد (۲۱۸۷۵۰۰۰۰۰) ارب روپیہ ہو جاتی ہے اور سنہ ۱۹۳۰ء میں سرکاری اسکولوں کی عمارتوں کی (۲۰۰۰۰۰۰۰۰) ارب روپیہ خرچ ہوا،

حساب لگایا گیا ہے کہ امریکہ کے سرکاری اسکولوں میں صرف کاغذ، پنسل، سیاہی وغیرہ پر ۳ کروڑ ۲۰ لاکھ ڈالر (۱۰ کروڑ روپیہ) صرف ہوتے ہیں،

امریکہ کے محکمہ تجارت کا اعلان مظہر ہے کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے ایسے ۲۵۰ شہروں میں جنکی آبادی (۳۰۰۰۰) سے زیادہ ہے تعلیمی خرچ (۱۸۹۷۰۶۲۰۳۴۷) ارب روپیہ ہے، جو آمدنی کے لحاظ سے ۳۷ فیصدی ہے، اور ایسے شہروں میں جن کی آبادی ۳۰ ہزار سے کم ہے، ہر شخص پر (۱۹۶۹) روپیہ ۱۲ سالانہ صرف کیا جاتا ہے۔

یقیناً امریکہ کی، یہ تعلیمی ترقیاں، حیرت افزا ہیں، ظاہر ہے کہ گورنمنٹ امریکہ کی، سالانہ آمدنی اتنے بڑے اخراجات کی متحمل نہیں ہو سکتی، لیکن امریکہ قرض لے کر تعلیم کو ترقی دے رہا ہے، چنانچہ صرف ۱۹۲۶ء میں اسکولوں کیلئے جو رقم امریکہ نے قرض لی ہے اس کی تعداد (۳۰۶۸۷۵۰۰۰) ارب روپیہ ہے،

اخراجات کے ان اعداد و شمار اور ترقی کی اس رفتار کا تو ہندوستان خواب بھی نہیں دیکھ سکتا، ان حالات کو تو جانے دیجئے، امریکہ کے زمانہ سابق کے تعلیمی خرچ کو لیجئے، اس اعتبار سے بھی ہندوستان بہت پیچھے نظر آئے گا،

ہندوستان کی مرکزی حکومت کی آمدنی ایک ارب ۳۰ کروڑ ہے اور مرکزی حکومت کا خرچ تعلیم پر زائد سے زائد ۱۰ کروڑ ۳۵ لاکھ بتلایا جاتا ہے، اسی کے مقابلہ میں امریکہ زمانہ سابق میں اپنی ۱۲ ارب آمدنی میں ۲ ارب ۴۳ کروڑ روپیہ تعلیم پر صرف کرتا تھا، اس لئے ہندوستان کو اپنی آمدنی میں سے ۲۶ کروڑ ۱۵ لاکھ روپیہ تعلیم پر خرچ کرنا چاہیئے، لہذا ہندوستان (۱۶ کروڑ، ۲۶ لاکھ) روپیہ کم خرچ کر رہا ہے،

تعلیمی خرچ میں بلجیم سے مقابلہ

بلجیم کی آمدنی (۸۲۵۰۰۰۰۰) کروڑ روپیہ ہے اور تعلیمی خرچ (۲۰۳۸۷۷۹۹) کروڑ روپیہ ہے، اس حساب سے مرکزی حکومت ہند کو، اپنی آمدنی میں سے (۳۳۹۲۵۹۲۲۷) کروڑ روپیہ تعلیم پر خرچ کرنا چاہئے لہذا ہندوستان میں بلجیم کے لحاظ سے، تعلیم پر (۲۳۶۸۵۹۲۲۷) کروڑ روپیہ کم خرچ ہو رہا ہے،

مسٹر پیٹر فریمین (ممبر پارلیمنٹ وصدر کامن ویلتھ آف انڈیا لیگ) کے تخمینہ کے مطابق، حکومت ہند اپنی آمدنی کا چار فیصدی تعلیم پر خرچ کرتی رہی اور بعض لوگوں نے ۵ فیصدی کا اندازہ کیا ہے، زیادہ سے زیادہ (۶ر۷) فیصدی بتایا گیا ہے، لیکن اسی کے مقابلہ میں امریکہ اپنی آمدنی کا (۱۹ر۵) فیصدی تعلیم پر خرچ کرتا ہے اور بلجیم کا تعلیمی خرچ اس کی آمدنی کے اعتبار سے (۲۴ر۶۲) فیصدی ہے، ہندوستان کا تعلیمی خرچ فی کس بھی تمام ممالک سے کم ہے، جو ذیل کے نقشہ سے معلوم ہوگا، (نقشہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

مختلف ممالک میں تعلیمی خرچ فی کس

نام ملک	تعلیمی خرچ فی کس	کیفیت
بلجیم	[illegible]	طبی معائنہ اور قابل علاج بچوں کا خرچ اس میں شامل نہیں۔
پرنس ایڈورڈ ایلینڈ (کینیڈا)	[illegible]	
نوا سکوشیا (کینیڈا)	[illegible]	
نیو برانس (کینیڈا)	[illegible]	
کوئنس لینڈ (آسٹریلیا)	[illegible]	
مغربی آسٹریلیا (آسٹریلیا)	[illegible]	
جنوبی آسٹریلیا (آسٹریلیا)	[illegible]	
وکٹوریہ (آسٹریلیا)	[illegible]	
نیو سوتھ ویلز (آسٹریلیا)	[illegible]	
تسانیہ (آسٹریلیا)	[illegible]	
نیوزی لینڈ	[illegible]	
ہندوستان	[illegible]	
انگلستان		
امریکہ		

ہندوستان میں، ابتدائی تعلیم پر حکومت جو خرچ کر رہی ہے، اس کا بھی یہی حال ہے، ذیل کے نقشہ میں ہندوستان کے صرفہ تعلیم ابتدائی فی کس کا ممالک غیر سے مقابلہ کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوگا کہ تعلیم ابتدائی

حکومت ہند تمام ممالک سے کم خرچ کرتی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ حکومت کبھی نہیں چاہتی کہ ہندوستان میں نا خواندہ لوگوں کا اوسط بڑھے جس سے انہیں سیاسی تفوق کے معدوم جانے کا بہانہ ہاتھ سے جاتا رہے۔

صرفہ تعلیم ابتدائی فی کس سنہ ۱۹۱۱ء

نام ملک	صرفہ تعلیم ابتدائی فی کس	نام ملک	صرفہ تعلیم ابتدائی فی کس
امریکہ	۵ے	سویڈن	للعہ ۳ پر
انگلستان	معہ ۸ پر	ڈنیمارک	للعہ ر
سوئزرلینڈ	۵ے ۳ پر	ناروے	۳ے ۳ پر
آسٹریلیا	۶ے ۲ پر	فرانس	۳ے ر
کناڈا	۳ے	آسٹریا	[illegible]
اسکاٹلینڈ	معہ	ہسپانیہ	۱۳ ر
جرمنی	صہ ۳ پر	روس	۷ ر
ائرلینڈ	للعہ ۱۳ پر	ہندوستان	۱ ر
نذرلینڈ	للعہ ۲ پر	•	•

شاید اب بھی آپ یہ خیال کر رہے ہوں کہ ہندوستان کی آمدنی اتنے ہی خرچ کی متحمل ہے اور حکومت مجبور ہو کر کچھ اس طرح گھری ہوئی ہے کہ تعلیم پر اس سے زیادہ صرف نہیں کر سکتی، لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ واقعات اس کے خلاف ہیں اور خود انگریزوں کے اقوال ہمیں بتلا رہے ہیں کہ حکومت روپیہ کی فراوانی کے باوجود قصداً تعلیم پر کم خرچ کر رہی ہے چنانچہ ڈاکٹر جے۔ ٹی سوئزرلینڈ کہتا ہے کہ

"انگریزوں کو غیر ضروری پنشن دینے، اور اس سے بدتر سلطنت کی خاطر غیر ضروری فوجی اور

دیگر مدات پر کثیر رقوم صرف کرنے کی بجائے اگر یہ روپیہ ہندوستان کے مفاد پر خرچ کیا جائے تو ہندوستان میں عام تعلیم کے اجرا کیلئے روپیہ وافر ہے"

واقعہ یہ ہے کہ اگر حکومت کا مقصد، ہندوستانیوں کو فائدہ پہونچانا ہوتا، اور وہ گراں قدر رقمیں جو دوسری مدوں پہ صرف کی جارہی ہیں، مفادعامہ پر خرچ کی جاتیں، تو آج ہندوستان کی تعلیمات کا نظام، اعلیٰ ترین پیمانہ پر ہوتا، لیکن حکومت تو صرف یہ چاہتی ہے کہ ہمارے پیر ہندوستان سے نہ اکھڑنے پائیں، اور جب تک ہندوستان ایک بے جان نعش بنکر نہ رہجائے، اس وقت تک ہماری ہی حکومت اس ملک پر باقی رہے، اسی لئے مرکزی حکومت ہند کا خرچ سب سے زیادہ فوج پر ہے، یعنی (۵۸۵۰۰۰۰۰) کروڑ روپیہ اور اگر پولیس کا خرچ بھی اس میں شامل کرلیا جائے تو اس کی تعداد (۷۰۰۰۰۰۰) کروڑ روپیہ ہوجاتی ہے یعنی حکومت ہند ۳۷ فیصدی، فوج اور پولیس پر خرچ کرتی ہے۔

باوجودیکہ ہندوستان ایک ایسا ملک ہے، جسے قدرت نے، بڑے بڑے بلند پہاڑوں کے ذریعہ، دشمنوں کی زد سے اس طرح محفوظ کر رکھا ہے، جس کے بعد فوج کے عظیم الشان نظام، اور اس پر غریب ہندوستان کی آمدنی کا سب سے زیادہ حصہ خرچ کرنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی لیکن حکومت کا مقصد تو یہ ہے کہ فوج اور پولیس کے ذریعہ ہندوستانیوں کے قلوب کو مرعوب رکھا جائے تاکہ ان میں کبھی صحیح احتجاج اور حق کی آواز بلند کرنے کی بھی ہمت پیدا نہ ہو،

آج کل ہندوستان کے لئے لارڈ رپن کے زمانہ سے زائد خطرات نہیں ہیں لیکن اس زمانہ میں ۱۶ کروڑ روپیہ فوج پر خرچ ہوتا تھا، اگر اس امن وامان کے زمانہ میں بھی ۵۸ کروڑ، پچاس لاکھ کے بجائے ۱۶ کروڑ ہی روپیہ فوج پر خرچ کیا جائے تو بقیہ ۴۲ کروڑ پچاس لاکھ روپے میں ۱۰ سالانہ کے حساب سے جو گورنمنٹ ایک طالب علم پر خرچ کرتی ہے، ۴ ۱/۴ کروڑ طلبہ زائد تعلیم پاسکتے ہیں،

لارڈ رپن کے زمانہ کو بھی چھوڑ دیئے اور ۱۹۱۱ء کے زمانہ کو لیجئے، جب کہ روسی اور جرمنی قوتیں پورے کمال پر تھیں، اس سے زیادہ خطرہ کا زمانہ ہندوستان پر کبھی نہیں گذرا، لیکن اس زمانہ میں بھی، ہندوستان میں فوج کا خرچ ۳۱ کروڑ روپیہ سالانہ تھا،

اگر اس اطمینان وسکون کے زمانہ میں بھی فوجی نظام ۱۹۱۱ء کے مطابق رکھا جائے جو ہندوستان کی حفاظت کے لئے یقیناً کافی ہے، تو موجودہ اخراجات کے لحاظ سے ۲۰ ½ کروڑ روپیہ سالانہ فوج پر زائد اور بلا ضرورت خرچ کیا جا رہا ہے اگر یہ روپیہ تعلیم پر خرچ کیا جائے، تو ۱۰ سالانہ فی طالب علم کے حساب سے، جو حکومت ہندوستان میں خرچ کر رہی ہے ۲۷ ½ کروڑ روپیہ یعنی ۲ کروڑ ۵ لاکھ زائد طلبہ تعلیم حاصل کر سکتے ہیں، ان تمام چیزوں سے علیحدہ ہو کر، اگر فوج کا موجودہ نظام اور تعداد باقی رکھی جائے، لیکن فوج سے پچاس لاکھ گوروں کو نکال دیا جائے اور ان کی جگہ ہندوستانی سپاہی رکھے جائیں، تو موجودہ فوجی اخراجات میں ۲ کروڑ پچاس لاکھ کی کمی ہو جاتی ہے اگر صرف اس رقم کو تعلیم میں لگا دیا جائے تو اسی ۱۰ کے حساب سے جو گورنمنٹ ایک طالب علم پر سالانہ صرف کر رہی ہے، ½ کروڑ روپیہ میں ۵ لاکھ سے زائد طلبہ کی تعلیم کا نظم ہو سکتا ہے، غرض اگر حکومت کچھ بھی توجہ سے کام لے تو صرف فوجی اخراجات میں بے ضرر کمی کر کے تعلیم کے نظام کو بہتر بنایا جا سکتا ہے، لیکن حکومت فوج پر زائد سے زائد خرچ کر سکتی ہے تاکہ تخفیف اور تہدید سے اس کی سخت گیری کی پالیسی باقی رہے، اور تعلیم پر اس خوف سے کم سے کم خرچ بھی نہیں کرنا چاہتی کہ اس کہیں ہندوستانیوں میں بیداری کی لہر پیدا نہ ہو، اور وہ غلامی و آزادی میں امتیاز نہ کرنے لگیں،

کالے، گورے کا تعلیمی امتیاز

تعلیمی اخراجات کی یہ ساری تفصیل ہندوستانیوں کے ساتھ مخصوص ہے لیکن آپ کو حیرت ہوگی، کہ اسی ہندوستان میں اگر ایک گورے رنگ کا انسان، اپنی جیب یا اپنے ملک کے روپیہ سے نہیں، بلکہ اسی ہندوستان کے روپیہ سے، کسی دوسرے ملک میں نہیں اسی ہندوستان میں تعلیم حاصل کرتا ہے تو اس پر حکومت ہند، دوسرے ممالک کے لگ بھگ خرچ کرتی ہے اور جب ایک انگریز، اسی فضاء میں تعلیمی میدان کے اندر قدم رکھتا ہے، تو ہندوستان جو اپنے باشندوں کے حق میں ایک غریب ملک ہے، اس انگریز کے لئے، دولتمند ہو جاتا ہے اور حکومت ہند کی آمدنی میں، اتنی گنجائش نکل آتی ہے کہ وہ اس کو اعلیٰ پیمانہ پر تعلیم دلا سکے، یہ تعلیمی امتیاز ہندوستان کے ہر گوشہ میں ہے، صرف صوبہ بنگال کا نقشہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے؛

صوبہ بنگال میں کالے گورے میں تعلیمی امتیاز

انگریزوں کیلئے سرکاری خزانہ کر	رقم	ہندوستانیوں کیلئے سرکاری خزانہ سے	رقم
ابتدائی مدارس میں فی طالب علم	۸ر۸۴ روپیہ	ابتدائی مدارس میں فی طالب علم	۳ر۱ روپیہ
ثانوی مدارس میں فی طالب علم	۳ر۹۴ "	ثانوی مدارس میں فی طالب علم	۹ر۴ "

انگریزوں پر ہندوستان میں، تعلیمی خرچ کی تفصیل ہمیں بتلارہی ہے کہ ہندوستان کی آمدنی میں یقیناً اتنی گنجائش موجود ہے کہ ہندوستانیوں کی تعلیم کا نظم بھی، اسی معیار پر کیا جاسکے لیکن صرف اس لئے نہیں ہوسکتا کہ ہندوستان کا مالیہ غیروں کے ہاتھ میں ہے اور جس کے ہاتھ میں ہے، اس کو ہندوستانیوں کی تعلیم کی طرف کوئی توجہ نہیں۔

مسٹر کوٹ مین کی مرتبہ رپورٹ بابتہ ۲۷-۱۹۲۶ء جس سے پہلے بھی دو نقشے پیش کئے جاچکے ہیں، اسی سے ذیل میں تعلیمی اخراجات کی تفصیل، بصورت نقشہ پیش کرنے کے بعد، اس عنوان کو ختم کیا جاتا ہے۔

اس نقشہ میں ۷۸-۱۸۷۷ء سے ۲۷-۱۹۲۶ء تک۔ ہر پانچ سال کی مجموعی رقم، جو پورے ہندوستان میں تعلیم پر خرچ ہوئی درج ہے، اس میں تمام وہ اخراجات داخل ہیں جو گورنمنٹ یا ڈسٹرکٹ بورڈ اور میونسپلٹیوں نے تعلیم پر کئے، یا طلبہ سے فیس وغیرہ کی شکل میں وصول ہوئے۔

اس نقشہ میں پانچ خطوط ہیں، سب سے بڑا خرچ تو کل تعلیمی خرچ کا ہے اور بقیہ چار خطوط کا مقصد صرف یہ ہے کہ میونسپلٹیوں، ڈسٹرکٹ بورڈوں، طلبہ کی فیس اور گورنمنٹ سے جو روپیہ تعلیم میں ملتا ہے ان میں باہم تناسب دکھایا جائے، اسی لئے یہ خطوط چھوٹے بڑے رکھے گئے ہیں۔

(نقشہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

رقوم ملین میں ۔ ایک ملین = دس لاکھ

تعلیم پر کل ہندوستان کا خرچ اور اس کی تقسیم

۱۸۷۷ سے ۱۹۱۷ء تک ہر پانچویں سال کی رقم اور اسکے بعد سے سالانہ

۱۸۷۷—۷۸
۱۸۸۲—۸۳
۱۸۸۷—۸۸
۱۸۹۲—۹۳
۱۸۹۷—۹۸
۱۹۰۲—۰۳
۱۹۰۷—۰۸
۱۹۱۲—۱۳
۱۹۱۷—۱۸
۱۹۱۸—۱۵
۱۹۱۹—۲۰
۱۹۲۰—۲۱
۱۹۲۱—۲۳
۱۹۲۳—۲۴
۱۹۲۳—۲۵
۱۹۲۵—۲۶
۱۹۲۶—۲۷

۲۴۰۰
۲۲۰۰
۲۰۰۰
۱۸۰۰
۱۶۰۰
۱۴۰۰
۱۲۰۰
۱۰۰۰
۸۰۰
۶۰۰
۴۰۰
۲۰۰

کل خرچ
سرکاری روپیہ سے خرچ
فیسوں سے
ڈسٹرکٹ اور لوکل بورڈوں سے
میونسپلٹیوں سے



تعلیم یافتوں کی بیکاری

انگریزی، ہندوستانیوں کی مادری زبان نہیں بلکہ ایک اجنبی زبان ہے اس لئے انگریزی دو ہی مقصد سے پڑھی جاسکتی ہے، ایک تو یہ کہ علمی ذوق رکھنے والے، اس کے ذریعہ، علوم وفنون حاصل کریں دوسرے یہ کہ چونکہ انگریزی، حکومت کی زبان ہے، اس لئے اس کے ذریعہ روٹی کا سوال حل کیا جاسکے، لیکن ہندوستان میں انگریزی تعلیم کا نظام نہ اتنا اعلیٰ ہے اور نہ معیار تعلیم اس درجہ بلند کہ انسان صرف علم وفن حاصل کرنے کے لئے تعلیمی سلسلہ شروع کرے، اس لئے ہندوستان کی تعلیم ذریعہ معاش بنکر رہگئی ہے، اور صرف ملازمت وغیرہ کے خیال سے انگریزی تعلیم میں قدم رکھا جاتا ہے خصوصاً یہاں کے ثانوی مدارس میں صرف زبان کی تعلیم ہوتی ہے جسکے بعد انسان منشی گری کے علاوہ اور کچھ نہیں کرسکتا، لیکن ملازمتوں کا یہ حال ہے کہ ہندوستان کے گریجویٹوں کی قیمت آج کل [illegible]، [illegible] سے زیادہ نہیں اٹھتی، حالانکہ وہ تعلیم کے زمانہ میں کسی طرح [illegible]، [illegible] ماہوار سے کم خرچ نہیں کیا کرتے تھے۔

ملازمتوں کی تعداد بہرحال محدود ہے اور تعلیم یافتہ طبقہ ہر سال بڑھتا جارہا ہے، اس لئے محدود ملازمتوں میں ہر سال ایک بڑی تعداد کا سمانا کس طرح ممکن ہے۔ اور اس پر ستم یہ ہے کہ اب تک محکموں میں تخفیف کا سلسلہ برابر جاری ہے!

یوپی کونسل کے اجلاس ۱۹۳۳ء میں پنڈت شری سدیا تن پانڈے نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ

"بیکاری کا یہ عالم ہے، کہ ایک جگہ ۱۲ آسامیاں خالی ہوئی تھیں ان کے لئے جب درخواستیں طلب کی گئیں تو ۱۵ سو امیدواروں کی عرضیاں موصول ہوئیں"

یہ تو یوپی کا حال تھا، اسی طرح صوبہ مدراس کے متعلق اخبار "ایڈوکیٹ" اپنی ۱۱ ستمبر ۱۹۳۲ء کی اشاعت میں رقم طراز ہے کہ۔

"مدراس کے متوسط طبقہ کی بے روزگاری کا اندازہ اس خبر سے کیا جاسکتا ہے کہ مدراس یونیورسٹی کی ایک آسامی کے لئے جسکا مشاہرہ صرف ۲۳ روپیہ ماہانہ ہے ۹۷۵ درخواستیں موصول ہوئیں۔ ان درخواستوں میں (۲) آنرز گریجویٹ (۲۰۰) بی اے، اور (۶) بی اے ایل ٹی کی درخواستیں بھی شامل تھیں"

علاوہ ازیں انٹرمیڈیٹ پاس لوگوں کی درخواستیں بہت زیادہ تھیں، ملازمت کی شرائط پڑھنے کے بعد آپ کو اور بھی تعجب ہوگا کہ کسقدر سخت و مایوس کن شرائط کی موجودگی میں یونیورسٹی کو درخواستوں سے پاٹ دیا گیا، شرائط یہ ہیں، ابتدائی تین سال تک کوئی ترقی نہیں دی جائے گی، بعد ازاں ایک روپیہ سالانہ ترقی کے ساتھ ۳۵ روپیہ تک ترقی ہوگی یعنی ۳۵ روپے سے زائد تنخواہ اس آسامی کی نہیں ہوسکتی"

یہ تو صرف مثال کے طریقہ پر دو صوبوں کی حالت پیش کی گئی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس قسم کے واقعات سے ہندوستان کا کوئی ضلع خالی نہیں، بلکہ ہر جگہ اس قسم کے واقعات پیش آچکے ہیں آپ کو ہندوستان میں کثرت سے ایسے گھرانے ملینگے جنہوں نے ملازمت کی امید پر، جایدادوں پر قرض لیکر اپنے بچوں کو تعلیم دلائی۔ لیکن گریجویٹ ہونے کے بعد بھی انہیں ملازمت نہ مل سکی جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ رہی سہی جائیداد بھی نیلام ہوگئی اور فاقہ کشی کی نوبت آپہونچی، ملازمتیں نہ ملنے کی وجہ سے ہندوستان کے گریجویٹ، عام طریقہ پر وکالت کا پیشہ اختیار کرتے ہیں لیکن اب ہندوستان کے اکثر ضلعوں میں وکلاء کی اتنی کثرت ہوگئی ہے، کہ شائد تھوڑے دنوں میں، ان کی تعداد مؤکلوں سے بھی بڑھ جائے چنانچہ سر سی پی رائے نے حال میں ہندو کالج دہلی میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ

"کلکتہ کے قریب علی پور ایک چھوٹا سا ضلع ہے اس ضلع میں ایک ہزار سے زائد وکلا اور بیرسٹر موجود ہیں اور ہر سال ان میں دس پندرہ کا اضافہ ہوتا رہتا ہے، ان لوگوں کی اوسط آمدنی فی کس ۲۵ روپیہ ماہوار سے زائد نہیں لیکن حالت یہ ہے کہ طالب علمی کے ایام میں ان کا خرچ ۵۰ ماہوار سے کم نہ تھا"

اسی لئے وکلاء کی اکثریت ہر جگہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی رہتی ہے، ان وجوہ سے اب لوگوں کے قلوب وکالت کی طرف سے بھی پھر رہے ہیں، کیونکہ اب اس سے بھی روٹی کا سوال حل نہیں ہوتا۔

ان وجوہ کی بناپر تعلیم یافتوں میں خصوصاً بے کاروں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے، تعلیم گاہیں ہر سال اپنی برادری دو گنی کرتی جارہی ہیں، لیکن ذرائع معاش کم ہوتے جارہے ہیں، یہاں تک کہ بیکاری کی بدولت، بعض مقامات پر خودکشی کے واقعات پیش آرہے ہیں،

سر تیج بہادر نے الہ آباد میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ

"عام طور پر بیکاری میں اضافہ ہے اور بالخصوص تعلیم یافتہ طبقہ میں بے کاری روز افزوں ہے

اگر ابھی سے اس طرف توجہ نہ کی گئی تو عنقریب خطرناک صورت پیدا ہو جائے گی، ہر سال پانچ ہزار سے لیکر سات ہزار تک نوجوان یونیورسٹیوں سے اسناد لیکر نکلتے ہیں لیکن ان میں سے ۱۰ فیصدی کو بمشکل جگہ ملتی ہے"

بے کاری کی وبا صرف ہندوستان ہی میں نہیں، دوسرے ممالک میں بھی موجود ہے لیکن وہاں اسکا نظم کیا جاتا ہے اور حکومت بیکاروں کے پیٹ کا سوال حل کرتی ہے دوسرے ممالک میں ابتدا سے تعلیم کے ساتھ کسی نہ کسی پیشہ کی تعلیم دیجاتی ہے، امریکہ کے سرکاری اسکولوں میں (۶۰) مختلف پیشوں کی تعلیم کا نظم ہے، اس لئے وہاں کے اسکولوں اور کالجوں سے نکلنے کے بعد انسان اپنے اندر ایک ایسا ہنر پاتا ہے جس کے ذریعہ وہ اپنا اور گھر والوں کا پیٹ پال سکتا ہے، اس کے بعد بھی اگر بیکاروں کی تعداد باقی رہتی ہے تو پھر حکومتیں ان کا کوئی انتظام کرتی ہیں؛

امریکہ میں نیشنل اسٹوڈنٹ فیڈریشن (طلبائے قومی کی جمعیت) قائم ہے، جس کی سفارشات پر حکومت عمل کرتی ہے یہ جمعیت طلبا کے لئے آسانیاں بہم پہونچاتی ہے اور ان کے لئے کام تلاش کرتی ہے، اس کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ میں گذشتہ ۳ سالوں کے اندر ہزاروں گریجویٹ بے روزگاری سے نجات پا چکے ہیں، اور ۱۹۳۰ء و ۱۹۳۱ء و ۱۹۳۲ء کے کامیاب گریجویٹوں میں سے ۶۳ فیصدی برسر روزگار رہیں اور بقیہ کے متعلق حکومت سے مطالبہ ہو رہا ہے، جن میں سے ۵ ہزار بیکاروں کو حکومت کام دے چکی ہے؛

اسی انجمن کی تحقیقات سے ظاہر ہے کہ امریکہ کے اداروں میں ۸۶ فیصدی ادارے ایسے ہیں جنکا کام صرف بیکاروں کو کام پر لگانا اور بے روزگاروں کو برسر روزگار کرنا ہے، ان میں ۸ ایسے بھی ہیں جو گریجویٹوں اور گریجویٹوں سے کم استعداد والوں کی مدد اور رہنمائی کرتے ہیں، امریکہ میں مقامی مالکوں سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ بوقت ضرورت انڈر گریجویٹوں کو ملازم رکھیں، غرض ایسے مختلف طریقے اختیار کئے گئے ہیں جن سے بے کاروں کی پریشانیاں رفع ہوں،

اسی طرح جرمنی میں بے کاری کا دن بدن خاتمہ ہوتا جا رہا ہے۔ چنانچہ ۳۱ جولائی ۱۹۳۳ء تک جرمنی میں بیکاروں کی تعداد (۴۴۰۰۰۰) تھی لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں اس تعداد میں (۲۵۰۰۰۰) لاکھ کی کمی واقع ہو چکی ہے

غرض ہر قوم اپنے بے روزگاروں کی تعداد گھٹا کر اپنا معیار بلند کر رہی ہے اور برطانوی حکومت بھی، جہانتک انگلستان کا تعلق ہے کسی ملک سے پیچھے نہیں لیکن اسی برطانوی حکومت کا سب سے زیادہ نفع رساں اور اہم ملک، بدقسمت ہندوستان ہے، جس سے نہ معلوم کیوں حکومت کی نگاہیں پھری رہتی ہیں؛

ہندوستان میں پیشوں کی تعلیم بہت کم ہے صنعت و حرفت کی تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے بجز ملازمت وغیرہ کے علاوہ بطور خود پیشے سے کوئی کام نہیں نکال سکتے، اور شدید احتجاجات کے بعد بھی حکومت نے اب تک بیکاروں کا کوئی نظم نہیں کیا جس کی وجہ سے عام طریقہ پر انگریزی تعلیم سے لوگ بد دل ہوتے جا رہے ہیں کہ آخر یہ بیکسی مرض کی دوا ؟

اس لئے اگر ہندوستان تعلیم میں ترقی بھی کر جائے لیکن اسکولوں اور کالجوں میں صنعت و حرفت تجارت و زراعت وغیرہ کی تعلیم نہ دی جائے اور حکومت تعلیم یافتہ بیکاروں کا نظم نہ کرے تو اس وقت تعلیم کو ہرگز کامیاب نہیں کہا جا سکتا، بلکہ ایسی تعلیم سے جہالت بدرجہا بہتر ہے ؎

۱۶

اخبارات و رسائل

تعلیم ہی کی ترقی کا نتیجہ اخبارات و رسائل کی شکل میں ظاہر ہو رہا ہے جس ملک کی تعلیم ترقی پذیر ہوتی ہے جس ملک میں تعلیم یافتوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے اور ان میں صحیح علمی ذوق ہوتا ہے، وہاں اخبارات و رسائل کی کثرت ہوتی ہے ؎

ہندوستان اخبارات و رسائل کی حیثیت سے بھی تمام ممالک سے کم ہے اور جو کچھ اخبارات نکلتے ہیں ان کی اشاعت بھی بہت تھوڑی ہے،

سنہ ۱۹۱۰ء میں ہر قسم کے اخبارات کی مجموعی تعداد ہندوستان میں (۶۲۳) تھی اور اسی سال امریکہ میں، صرف روزانہ اخبارات کی تعداد (۲۳۴۹)، ہفتہ وار (۱۵۹۰۳) تھی، سہ روزہ (۵۵۴) اور (۲۲۷۳۰) ماہوار اخبارات و رسائل نکلتے تھے، اگر آبادیوں کا تناسب ملحوظ رکھا جائے تو امریکہ کے لحاظ سے ہندوستان سے ایک لاکھ اخبارات و رسائل نکلنے چاہئیں ؎

سالنامہ اسٹیٹسمین سنہ ۱۹۳۲ء سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۹۲۹ء تک حسب ذیل اخبارات و جرائد ہندوستان میں شائع ہوئے

نام صوبہ	تعداد جرائد	نام صوبہ	تعداد جرائد	نام صوبہ	تعداد جرائد	نام صوبہ	تعداد جرائد	کل میزان
مدراس	۳۰۹	پنجاب	۴۲۵	صوبہ متوسط و برار	۵۵	شمالی سرحدی صوبے	۱۳	۲۴۲۴
بمبئی	۳۱۴	برما	۱۶۱	آسام	۳۴	۔	۔	
بنگال	۶۶۳	بہار اڑیسہ	۱۳۶	دہلی	۸۸	۔	۔	
یوپی	۲۲۶	۔	۔	۔	۔	۔	۔	

صوبہ متحدہ کی ایڈمنسٹریشن رپورٹ ۳۳-۱۹۳۲ء سے معلوم ہوتا ہے کہ صوبہ متحدہ کے اخبارات و رسائل کی تعداد (۶۲۰) سے (۶۲۶) ہوگئی ان میں سے (۳۶) روزانہ (۹) ہفتہ میں دو بار (۲۰۲) ہفتہ وار اور (۲۶۳) ماہانہ شائع ہوئے،

ذیل میں ان مقامات کے نام درج کئے جاتے ہیں، جہاں سے، اخبارات و رسائل زیادہ تعداد میں، شائع ہوئے، شہروں کے ناموں کے ساتھ اخباروں کی تعداد بھی درج کی جاتی ہے،

الہ آباد (۹۱) لکھنؤ (۴۸) کانپور (۵۴) بنارس (۵۳) آگرہ (۴۶) میرٹھ (۲۷) علیگڈھ (۲۶) اٹاوہ (۴۲) گورکھپور (۱۷) مرادآباد (۱۵) سہارنپور (۱۵) متھرا (۱۴) بجنور (۱۱) مظفرنگر (۱۱)،

(۴۱۸) اخبارات انگریزی زبان میں شائع ہوئے (۲۲۵) اردو زبان میں، اور (۲۵۳) ہندی زبان میں،

(۱۳۷) اخبارات کی تعداد اشاعت ۲ ہزار یا ۲ ہزار سے زائد رہی،

(۴) انگریزی اور (۲۹) اردو (۴۲) ہندی اخبارات و رسائل نئے جاری ہوئے اور (۶۰) اخبارات بند ہوگئے،

صوبہ پنجاب میں ۱۹۲۱ء سے لیکر ۱۹۲۶ء تک اخباروں کی تعداد (۱۹۶) سے بڑھکر (۳۷۰) ہوگئی، بہت سے اخبارات اور رسالوں کی زندگی بہت کم ہوئی ہے۔ مثال کے طور پر، مندرجہ بالا وقت میں (۶۰۰) کے قریب رسالجات جاری کئے گئے، جن میں سے (۵۰۰) کے قریب جلد ہی بند ہوگئے،

ہندوستان کا مقابلہ، سلطنت برطانیہ کی کسی اور مملکت سے کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہندوستان اخبارات و جرائد کی اشاعت میں کس قدر پیچھے ہے،

کینیڈا جس کی آبادی صرف دس کروڑ ہے وہ ۱۹۳۰ء میں (۱۶۰۹) جرائد شائع کرتا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے۔

اخبار روزانہ (۱۱۶) ہفتہ میں تین بار (۵) ہفتہ وار (۹۹۶)، ہفتہ میں دو بار (۲۹) ماہانہ (۳۸۰) پندرہ روزہ (۲۶) متفرق (۵۷)،

ممالک متحدہ امریکہ اپنی دس کروڑ ۶۰ لاکھ کی آبادی میں ۱۹۳۰ء میں بہ تفصیل ذیل اخبارات و رسائل شائع کرتا ہے،

روزانہ اخبار (۲۲۹۹) ہفتہ میں تین بار (۶۵) ہفتہ وار (۱۲۸۲۵) ہفتہ میں دو بار (۴۵) ماہانہ (۳۸۰۴) پندرہ روزہ (۲۸۵) متفرق (۲۵۹) جن کی مجموعی تعداد (۲۰۷۲۴) ہوتی ہے،

سنہ ۱۹۱۲ء میں روس سے (۸۵۹) اخبارات نکلتے تھے، اور ان کی اشاعت ۲۵ لاکھ تھی، سنہ ۱۹۲۱ء میں ان کی تعداد (۸۰۰۰) ہوگئی جن کی اشاعت (۳۸۰۰۰۰۰۰) کروڑ تھی، اخبارات ۴۸ زبانوں میں شائع ہوتے تھے، اب نہ معلوم ان کی تعداد کہاں سے کہاں پہونچی ہوگی ان اخبارات میں (۱۱۰۰) اخبارات خاص خاص اضلاع کے آرگن ہیں، جو ہفتہ میں دو بار شائع ہوتے ہیں؛

(۱۵۶۰) اخبارات ایسے ہیں جو صرف کارخانوں سے متعلق ہیں اور جن کی اشاعت کے لئے کوئی تاریخ مقرر نہیں ہے۔ غیر روسی زبانوں میں جو اخبارات شائع ہوتے ہیں ان کے پڑھنے والوں کی تعداد ایک کروڑ سے بھی زائد ہے، خاص ماسکو میں بھی اخبارات اسی پیمانہ پر شائع ہوتے ہیں جس پیمانہ اور انداز پر روٹیاں فروخت ہوتی ہیں؛

اخبارات کی جدید خریداری مشکل سے منظور ہوتی ہے اور ضروری نہیں کہ ہر درخواست کنندہ کو خریدار بنا لیا جائے

اکثر اخبارات اور خصوصیت سے "ازوبٹیا" اور "پراودا" کو چار صفحات سے زائد کا اخبار شائع کرنا ممنوع ہے، ہر اخبار کثیر الاشاعت ہے، مذکورہ بالا اخبار وں میں سے ہر اخبار کے پڑھنے والوں کی تعداد (۱۶۰۰۰۰۰) لاکھ ہے اخبار "کرسٹ ین سکایا" (کاشت کاروں کا آرگن) کے خریدار ۲۰ لاکھ سے زائد ہیں ۴۱ اخبارات ایسے ہیں جنکے ایک لاکھ پڑھنے والے ہیں؛

روسی اخبارات میں یہ خاص بات ہے کہ وہ آپسمیں مقابلہ نہیں کرتے، بلکہ اکثر اخبار تو جدید خریداری سے گھبراتے ہیں روسی اخبارات میں خانگی معاملات پر کوئی اشارہ نہیں ہوتا، فیشن اور سوسائٹی پر بھی کوئی نوٹ نہیں ہوتا، اور نہ اسٹاک مارکیٹ کی خبریں ہوتی ہیں، خبروں کا انبار اکثر صنعت و حرفت، کاشتکاری، غلہ کی پیداوار اور کھیت کے متعلق ہوتا ہے؛

اخبارات کی قلت کے ساتھ، ساتھ تعداد اشاعت بھی، ہندوستان میں بہت ہی کم ہے۔

صوبہ پنجاب جہاں کے اخبارات عام طریقہ پر مقبول ہیں وہاں سنہ ۱۹۲۶ء میں، سب اخباروں کی، مل ملا کر ۴ لاکھ ۸ ہزار اشاعت تھی، اسی کے مقابلہ میں برطانیہ کے بعض مشہور اخبارات کی، تعداد اشاعت ملاحظہ فرمائیے۔

نقشہ متعلقہ تعداد اشاعت اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے۔

اسمار اخبارات معہ تعداد اشاعت

شام کے اخبار		صبح کے اخبارات			
تعداد اشاعت	نام اخبار	تعداد اشاعت	نام اخبار	تعداد اشاعت	نام اخبار
۶۸۲۳۱۱	ایوننگ نیوز	۱۷۸۵۳۴	ٹائمز	۱۷۳۵۶۵۲	ڈیلی میل
۴۹۲۴۱۴	سٹار	۱۳۲۷۷۴	مارننگ پوسٹ	۱۷۱۰۰۰۰	ڈیلی ہیرلڈ
۰	۰	۰	۰	۱۶۶۹۷۰۳	ڈیلی ایکسپریس
۰	۰	۰	۰	۱۳۰۵۹۱۰	نیوز کرانیکل
۰	۰	۰	۰	۳۱۳۹۶۱	ڈیلی ٹیلیگراف

یہ تعداد تو روزنامو کی تھی، ہفتہ وار اخبارات کی اشاعت بھی ان سے کم نہیں،

ہفتہ وار اخبارات معہ تعداد اشاعت

تعداد اشاعت	نام اخبار	تعداد اشاعت	نام اخبار
۱۰۱۲۸۱۰	سنڈے ڈسپیچ	۳۳۵۰۰۰۰	نیوز آف دی ورلڈ
۲۱۵۰۵۸	سنڈے ٹائمز	۳۰۰۰۰۰۰	پیپل
۲۰۱۰۹۶	اوبزرور	۱۵۳۵۰۰۰	ایمپائر نیوز
۱۰۰۰۰۰	سنڈے ریفری	۱۰۶۵۹۱۰	سنڈے ایکسپریس

اخباروں کی قلت، اشاعت کی کمی تو اپنی جگہ پر رہی، حکومت ہند آرڈیننسوں کے ذریعہ، ہندوستان کے اخبارات پر جو مظالم کرتی ہے، اس کی نظیر کوئی دوسرا ملک پیش نہیں کرسکتا،

مسلمانوں کی تعلیمی پستی

کسی زمانہ میں ہندوستان اسلامی حکومت کے زیر نگین تھا، مسلمان ہر قسم کی خوبیوں اور ہر طرح کی کامیابیوں سے ہمکنار تھے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں، لیکن حکومت جانے کے بعد، غلامی کی حالت میں بھی جس حیثیت سے مسلمان رہے، جس طرف گئے چھا گئے، جس کام کو ہاتھ میں لیا سب سے بہتر انجام دیا، جس میدان میں قدم رکھا سب سے آگے رہے، ہندوستان کی تمام بسنے والی قومیں، مسلمانوں کو اپنا استاد سمجھتی تھیں اور مسلمان بھی ان کے ساتھ استادوں ہی کی طرح شفقت کا برتاؤ کرتے تھے، دماغ ان کا بہتر، قلب ان کا وسیع، عزم ان کا پختہ، ارادے ان کے مستحکم، قوت عمل ان میں زیادہ، اس لئے کامیابی وکامرانی بھی انہیں کا حصہ تھی، اور یہ سب کچھ کیوں نہ ہوتا، یہی دماغ نظام حکومت چلاتے تھے اور یہی ہاتھ سلطنت کی باگ لئے ہوئے تھے،

حکومت اگرچہ جا چکی تھی اس کے آثار تو باقی تھے، سلطنت اگرچہ برباد ہو گئی تھی، صلاحیتیں تو فنا نہیں ہوئی تھیں، تو پھر علم وتعلیم جس کی سرپرستی مسلمانوں کا خصوصی حصہ رہا ہے، اس میں مسلمان کس طرح پیچھے رہتے، غلامی کی حالت میں بھی مسلمان تعلیم میں سب سے آگے تھے، اسکولوں میں مسلمان طلبہ کی تعداد سب سے زیادہ رہا کرتی تھی، مدارس اور اسکولوں کی مدرسی تو گویا مسلمانوں ہی کے لئے مخصوص تھی، اور ہمسایہ قوموں کو مسلمانوں کی درسی قابلیت اور تعلیمی لیاقت پر اس درجہ اعتماد تھا کہ ہندو اپنے بچوں کو مسلمانوں کے پاس تعلیم کے لئے بھیجتے تھے، اور مسلمان بھی انہیں اپنے ہی بچوں کی طرح پڑھاتے تھے، ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی تک مسلمانوں کی تعلیمی ترقیوں کا یہی حال رہا، اور باہمی اتحاد کی کیفیت بھی یہی باقی رہی، جس کا اعتراف ہنری ہیرنگٹن طامس اپنی کتاب "بغاوت ہند اور ہماری آئندہ پالیسی" میں ذیل کے الفاظ میں کرتا ہے کہ

> عزم، تعلیم اور ذہنی صلاحیت کے اعتبار سے مسلمان ہندوؤں سے کہیں زیادہ فائق ہیں، نسبتاً ہندو ان کے سامنے طفل مکتب معلوم ہوتے ہیں، علاوہ اس کے مسلمانوں میں کارگذاری کی اہلیت زیادہ ہوتی ہے جس کی وجہ سے سرکاری ملازمتیں زیادہ تر انہیں کو ملتی ہیں، اس طرح ان کو سرکاری کاموں اور ملکی مصالح سے واقفیت کا موقع ملا اور ان کی رائے کو وقعت حاصل ہوگئی"

مقام گہی کے مشہور طامس ارنلڈ جس نے ۵۷-۱۸۵۶ء میں صوبہ پنجاب کی سب سے پہلی تعلیمی رپورٹ مرتب کی تھی اپنی اس رپورٹ میں مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کا ان الفاظ میں اعتراف کرتا ہے، کہ

بحیثیت معلمی کے، میدان مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے، نقشہ جات سے اسکولوں میں مسلمان بچوں کی بہت زیادہ بیشی ظاہر ہوتی ہے ہر امر سے بلاشبہ واضح ہے کہ معلمی کے پیشوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہے

۱۸۵۷ء ہی تک نہیں بلکہ ۶۱-۱۸۶۰ء تک مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کا یہی حال رہا، چنانچہ ۶۱-۱۸۶۰ء کی رپورٹ میں کپتان فلرڈائرکٹر سررشتہ تعلیم نے لکھا کہ

"مسلمان استادوں کی بیشی جوان درسگاہوں میں ٹریننگ حاصل کررہے ہیں، بالکل عیاں ہے، ۳۴۳ مسلمان استاد، ۱۱۱ ہندو اور ۶ دوسری قوموں کے ہیں"

غرض ایک عرصہ تک یہی حال رہا، اور مسلمانوں کی قابلیت وصلاحیت کی بنا پر ۱۸۵۷ء کے بعد تک، ہندوستان کا نظام تعلیم گویا مسلمانوں ہی کے ہاتھ میں رہا، اور مسلمان درس وتدریس کی ذمہ داریوں کو پوری دیانت داری کیساتھ انجام دیتے رہے، اور دوسری قوموں کو کبھی بھی شکایت اور بے اعتمادی کا موقع نہیں دیا،

لیکن یہ حالات حکومت کی نگاہوں میں خار کی طرح کھٹک رہے تھے، انگریز سمجھتے تھے کہ ہندوستان میں مسلمان ہی ایک ایسی قوم ہے جو ہندوستان کو ہمارے مضبوط پنجوں سے نکال سکتی ہے اور دوبارہ اپنی حکومت قائم کرسکتی ہے اگر مسلمان اسی طرح ہر شعبہ میں ترقی کرتے رہے، تو ان کا اقتدار ہندوستان میں اور بھی بڑھ جائے گا جو ہمارے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے، غرض انگریزوں کی نظر میں، مسلمان سب سے بڑا دشمن تھا چنانچہ لارڈ ایلنبرا اس "حقیقت" کا ان الفاظ میں اعتراف کرتا ہے کہ،

میرے پاس اس خیال کی ہر وجہ موجود ہے کہ مندر سومناتھ کے پھاٹک ہندوستان میں واپس لانے سے تمام ہندو ہم سے مطمئن اور خوش ہوگئے ہیں، میرے خیال میں اس کی وجہ سے مسلمان بھی ناراض نہیں ہوئے لیکن میں اس حقیقت سے اپنی آنکھیں بند نہیں کرسکتا کہ یہ قوم (مسلمان) بنیادی طور پر ہماری دشمن ہے بنا بریں ہمارے لئے بہترین پالیسی یہ ہوگی کہ ہندوؤں کو خوش رکھیں "

ان وجوہ کی بنا پر حکومت نے پالیسی بدلی اور پھر ہر وہ طریقہ اختیار کیا گیا، جس سے مسلمانوں کی حالت بد سے بدتر

ہو جائے، نیز ذمہ دار انگریزوں نے حکومت کو اس طرف توجہ دلائی کہ مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کو روکا جائے۔ اور ہندو و مسلمانوں کے باہمی اعتماد کو جس طرح ممکن ہو فنا کر دیا جائے، چنانچہ طامس ارنلڈ صوبہ پنجاب کی رپورٹ بابتہ ۵۷-۱۸۵۶ء میں مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کو دکھلاتے ہوئے لکھتا ہے کہ،

"ایک خاص قابل لحاظ امر یہ ہے کہ مسلمانوں کے اسکولوں میں فارسی پڑھنے کے لئے اتنے بہت سے ہندو لڑکے ان پر اعتماد کر کے پڑھنے آتے ہیں، میں یہ بھی سمجھنے پر مجبور ہوں کہ مسلمان طلبہ کی تعداد جو پنجاب میں مسلسل بڑھ رہی ہے، وہ اسی اعتماد کا نتیجہ ہے اور اگر اس کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے تو اس سے گورنمنٹ کا تمام زور مسلمانوں کی طرف پڑ جائے گا، اور یہ ایسا میلان ہے کہ جسے بہت زیادہ روکنے کی ضرورت ہے"

آپ نے دیکھا کہ مسلمان استادوں اور لڑکوں کی زیادتی اور مسلمانوں پر ہندوؤں کا اعتماد مسٹر ارنلڈ پر کس قدر شاق گذر رہا ہے، اور اس کو فنا کرنے کی تلقین کی جا رہی ہے۔

کپتان فلر ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم، مسلمان استادوں کی کثرت دکھاتے ہوئے لکھتا ہے کہ

بجز انبالہ کے حلقہ کے دیسی زبان کی تعلیم ہر جگہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے اور جب تک وہ ہر دلعزیز ہیں ہم ان کی جگہ دوسری قوم کے استاد مقرر نہیں کر سکتے۔ البتہ افسران ضلع رفتہ رفتہ صاف کر کے تبدیلی پیدا کرنے کی یہ صورت نکال سکتے ہیں کہ زیادہ ہندوؤں کو ٹریننگ میں جانے کی ترغیب دیں اور انہیں ایسے اسکولوں میں مقرر کریں، جہاں شدت کے ساتھ مسلمان استادوں کے لئے اصرار ہو"

اس اقتباس سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ صیغہ تعلیم میں مسلمانوں کی کثرت انگریزوں کو اس قدر گراں گذر رہی تھی اور اس کو فنا کرنے کی کیا کیا ترکیبیں نکالی جا رہی تھیں، چنانچہ حکومت نے مسٹر ارنلڈ اور کپتان فلر کی اسکیم پر عمل شروع کیا اور آہستہ آہستہ مسلمانوں کا عنصر تعلیم سے خارج ہوتا رہا،

سر ولیم ہنٹر نے مسلمانوں کی تعلیمی پستی کا سارا الزام ہندوؤں کے سر تھوپنا چاہا ہے چنانچہ لکھتا ہے کہ

چالاک ہندوؤں نے تمام ملک کو ایسے اسکولوں سے پاٹ دیا ہے، جو خود ان کی ضروریات کے مطابق ہیں، اور قطعاً مسلمانوں کے حسب حال نہیں، گورنمنٹ کے اسکولوں کی زبان ہندی ہے اور استاد بھی ہندو"

اسی طرح مدراس گورنمنٹ نے ایک ریزولیوشن میں اس امر کا اظہار کیا، کہ

"موجودہ طرز تعلیم کا ڈھانچہ، ہندوؤں کی ضروریات کے مطابق بنایا گیا ہے اور مسلمانوں کو اس بارہ میں اسقدر زیادہ گھاٹے میں رکھا گیا کہ اسکولوں میں مسلمان بچوں کا کم تعداد میں ہونا حیرت انگیز نہیں ہے، بلکہ محض ان کا وہاں موجود ہونا حیرت انگیز امر ہے"

لیکن آپ کے سامنے مسٹر ارنلڈ اور کپتان فلر کی تحریروں کے اقتباسات پیش کئے جا چکے، جو محکمہ تعلیم کے ذمہ دار لوگوں میں سے ہیں، جن سے معلوم ہو چکا ہے کہ خود انگریزوں کی پالیسی نے صیغہ تعلیم سے مسلمانوں کو خارج کیا اور مسلمانوں پر ہندوؤں کے اعتماد کو فنا کر دیا، اس کے علاوہ اُس وقت تمام تر نظام تعلیم انگریزوں کے ہاتھوں میں تھا تو پھر ہندوؤں کی چالاکی کے کیا معنے! اگر قومی مدارس سے ہندوؤں نے مسلمانوں کو نکالا تھا تو گورنمنٹ اسکولوں کے متعلق تو تمام اختیارات حکومت ہی کو حاصل تھے، وہاں سے مسلمانوں کا عنصر کیوں فنا کیا گیا؟ جس کے متعلق خود سر ولیم ہنٹر فرماتے ہیں کہ "گورنمنٹ کے اسکولوں کی زبان ہندی ہے اور استاد بھی ہندو"

غرض کہ اس کی ذمہ داری ہندوؤں پر کسیطرح نہیں ڈالی جا سکتی، بلکہ اس کا سارا الزام حکومت پر ہے جو کسی طرح نہیں اٹھ سکتا؛

بہر حال گورنمنٹ کی پالیسی کے ماتحت، مسلمانوں کی تعلیمی پستی شروع ہو گئی، اور طریقہ یہ اختیار کیا گیا کہ ایک طرف تو مسلم استادوں کی تعداد تعلیم عامہ کے صیغہ میں گھٹائی گئی، دوسری طرف جو انگریزی اسکول ضلعوں کے صدر مقامات پر قائم کئے گئے، وہ بالکل غیر مسلموں کے ہاتھوں میں دیدیئے گئے، چنانچہ پنجاب کے ضلع اسکولوں کے ہیڈ ماسٹروں کی فہرستوں سے معلوم ہوا کہ ۲۳ ہیڈ ماسٹروں میں سے صرف ۳ مسلمان تھے؛

یہ پالیسی اس قدر کامیاب ہوئی کہ پچیس ۲۵ سال کے عرصہ میں، حالات بالکل بدل گئے، اور تعلیم سے مسلمانوں کا عنصر بالکل خارج ہو گیا چنانچہ ۱۸۸۳ء سے ۱۸۹۰ء تک کے نقشوں سے واضح ہے کہ معائنہ کنندگان اور استاد سب کے سب ایک مذہب کے لوگ یعنی ہندو ہو گئے کبھی کبھی مسلمان کا نام جو شاذ و نادر نظر آتا تو وہ محض اس وجہ سے کہ اس وقت صوبہ سرحدی بھی پنجاب میں داخل تھا اور وہاں ہندو استاد جانا پسند نہ کرتے تھے۔ اس لئے مسلمان وہاں بھیجے جاتے تھے، حکومت کی عملی پالیسی تو یہ تھی، دوسری طرف گورنمنٹ محض مسلمانوں کی اشک شوئی

کی خاطر تعلیمی ترقی کے لئے کمیشن اور کمیٹیاں مقرر کی تھیں اور احکامات جاری کرتی رہی لیکن مسلمانوں کی تعلیمی حالت بد سے بدتر ہوتی گئی اور حالات میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا ہوئی تو کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ گورنمنٹ اتنی کمزور تھی کہ ماتحتوں سے اپنے احکام کی تعمیل نہ کرا سکی جو اس قسم کی کمیٹیوں اور کمیشنوں کا مقصد اور تھا گورنمنٹ چاہتی تھی کہ مسلمان ہندوستان میں رہے مگر ذلیل ہو کر جاہل بن کر۔

مندرجہ ذیل واقعات آپ کو بتلائیں گے کہ گورنمنٹ نے احکامات جاری کئے لیکن اس پر عملدرآمد نہیں ہوا۔

چنانچہ ۱۸۸۲ء کے تعلیمی کمیشن نے مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کے لئے ۱۳ سفارشات کی تھیں جنکا خلاصہ یہ تھا کہ مسلمانوں کی خاص تعلیم کا بار لوکل اور میونسپل اور صوبجات کے مالیہ پر ڈالا جائے، دیسی مکاتب کی خود امداد کی جائے، ہندوستانی زبان میں اردو کے ذریعہ تعلیم دی جائے، وظائف دیئے جائیں، فیس معاف کی جائے، نارمل اسکول قائم کئے جائیں، معلمین مسلمان مقرر کئے جائیں، اور ملازمتوں میں مسلمانوں کے واجبی حصہ کی طرف صوبجاتی حکومتوں کو خاص طور پر توجہ دلائی جائے۔

یہ سفارشات حکومت نے منظور کیں، اور ان پر عملدرآمد کرنے کے لئے احکامات جاری کئے لیکن ان پر کوئی عملدرآمد نہیں ہوا، کیونکہ ۱۹۱۵ء کے اعداد و شمار مظہر ہیں کہ صوبہ بنگال میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے (۴۶) ڈپٹی انسپکٹروں میں کل (۲) مسلمان تھے، اور (۱۵۰) سب ڈپٹی انسپکٹروں میں (۹) مسلمان اور (۲۹۰) استادوں میں صرف (۱۱) مسلمان تھے، اور ۱۹۰۱ء میں (۴۳۹) استادوں میں صرف (۲۶) مسلمان تھے۔ آپ نے دیکھا کہ ۱۸۶۱ء میں (۱۱۱) ہندو استادوں کے مقابلہ میں (۴۳) یعنی ۴۰ گنے استاد مسلمان تھے لیکن ۱۹۰۱ء میں آکر (۳۹۲) ہندو استادوں کے مقابلہ میں صرف (۲۶) مسلمان استاد باقی رہ گئے۔

غرض جب سے اب تک مختلف کمیشن مقرر ہوئے، کمیٹیاں بنائی گئیں لیکن ان کی سفارشات پر حکومت نے عملاً کوئی توجہ نہ کی تعلیمی کانفرنسوں نے ہر سال انہیں سفارشات کی طرف گورنمنٹ کو توجہ دلائی، مسلمانوں کے وفود نے دروازہ کھٹکھٹایا لیکن گورنمنٹ کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی، اور مسلمان تعلیم میں گرتے ہی چلے گئے۔

۱۹۱۳ء تک ابتدائی اسکولوں میں مسلمان بچوں کی تعداد (۲۳.۶) فیصدی سے کم ہو کر (۱۸.۵) فیصدی ہو گئی، اور ۱۹۲۱ء کی مردم شماری کے لحاظ سے تمام ہندوستان میں جملہ خواندہ مسلمانوں کی تعداد گر کر (۶.۴)

فیصدی رہگئی، اور ہندوؤں کی تعداد (۹،۷) فیصدی تک پہونچگئی، پورے ہندوستان کو یا جن صوبوں میں ہندوؤں کی اکثریت ہے، ان کو تو جانے دیجئے، وہ صوبہ جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے، وہاں بھی مسلمان تعلیم یافتوں کی تعداد کم ہے، چنانچہ صوبہ پنجاب میں مسلمان خواندہ (۲،۰) فیصدی ہیں اور اسی کے مقابلہ میں ہندو خواندہ کی تعداد (۹،۵) فیصدی ہے،

صوبہ جات سرحد و پنجاب کی تعلیمی حالت فی ہزار کا اندازہ ذیل کے نقشہ سے ملاحظہ فرمائیے:-

صوبہ پنجاب و سرحد کی تعلیمی حالت فی ہزار

صوبہ	ہندو		مسلمان	
	مرد	عورت	مرد	عورت
سرحدی	۲۴۶	۹۶	۳۳	۲
پنجاب	۱۱۳	۱۱	۳۷	۴

اسی طرح صوبہ بنگال میں، مسلمان تعلیم یافتوں کی تعداد (۱،۵) ہے اور ہندو (۱۴،۰) فیصدی خواندہ ہیں،

صوبہ سندھ کی بھی یہی کیفیت ہے، جہاں مسلمانوں کی آبادی (۲۴۰۶۰۰۰) لاکھ ہے، جو غیر مسلموں سے ۳ گنی زائد ہے، لیکن اس پوری آبادی میں کل خواندوں کی تعداد (۴۴۶۰۰) ہزار ہے، جنکا فیصدی اوسط (۱،۸) ہوتا ہے، یعنی تعلیم یافتہ ایک سو میں دو سے بھی کم، اور انگریزی جاننے والوں کی تعداد (۴۲۰۰) ہزار ہے یعنی ایک ہزار میں دو نفر،

اسی طرح امدادی مدارس کے سلسلہ میں، حکومت مسلمانوں کے ساتھ، ناروا سلوک کر رہی ہے، چاہیئے تو یہ تھا کہ مسلمانوں کی تعلیمی پستی کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلامیہ اسکولوں کو زائد سے زائد امداد دی جاتی لیکن آج مسلمانوں کو واجبی امداد سے بھی محروم کیا جا رہا ہے۔ ذیل میں چند نقشے درج کئے جاتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ صوبہ پنجاب میں

اسلامیہ مدارس کتنے ہیں اور انہیں گورنمنٹ کتنی امداد دے رہی ہے اور اسی کے مقابل پنجاب میں غیر مسلم درسگاہوں کی؟ تعداد ہے اور انہیں گورنمنٹ سے کتنی امداد مل رہی ہے:

صوبہ پنجاب میں گرانٹ پانیوالے ہندو و مسلم مدارس معہ گرانٹ بابتہ سنہ ۲۴-۱۹۲۳ء

نام قسمت	مسلم		ہندو	
	تعداد مدارس	گرانٹ	تعداد مدارس	گرانٹ
انبالہ	۹	۳۶۱۸۴	۲۱	۱۰۵۵۷۰
جالندھر	۶	۱۷۹۱۶	۲۷	۱۱۳۶۶۴
لاہور	۱۲	۶۶۱۲۶	۴۷	۲۴۱۵۸۰
راولپنڈی	۶	۳۸۷۳۶	۳۰	۱۷۷۵۵۳
ملتان	۵	۴۰۳۳۲	۲۳	۷۲۸۳۴
کل میزان	۴۲	۱۸۹۲۹۴	۱۴۸	۷۱۵۱۵۰

صوبہ پنجاب میں گرانٹ پانیوالے ہندو و مسلم مدارس معہ گرانٹ بابتہ سنہ ۲۸-۱۹۲۷ء

نام قسمت	مسلم		ہندو	
	تعداد مدارس	رقم گرانٹ	تعداد مدارس	رقم گرانٹ
انبالہ	۱۱	۳۲۰۲۴	۲۸	۱۴۵۴۵۸
جالندھر	۶	۱۹۶۴۴	۴۰	۱۵۷۱۴۳
لاہور	۱۶	۶۸۶۴۰	۵۶	۲۶۹۶۲۸
راولپنڈی	۸	۲۰۲۴۳	۳۴	۱۵۰۲۱۰
ملتان	۱۰	۴۲۷۸۰	۳۶	۵۶۴۸۰
کل میزان	۵۱	۲۰۳۳۳۱	۱۹۴	۸۰۸۷۲۴

مذکورہ بالا نقشوں سے ظاہر ہے، کہ اگر گذشتہ پانچ سالوں میں، اسلامیہ امدادی مدارس کی تعداد میں صرف پانچ کا اضافہ ہوا اور چار صرف بورڈنگ ہاؤس میں، تو غیر مسلم امدادی مدارس میں (۳۶) کی زیادتی ہوئی۔ اور اگر مسلمانوں کا حصہ زر امدادی میں (۲۰۳۳۳۱) روپیہ ہے تو غیر مسلم مدارس کا (۴۰۸۰۷۷) روپیہ ہے، باوجودیکہ پنجاب میں مسلمانوں کی آبادی زیادہ اور ہندو اقلیت میں ہیں،

اگر ۱۹۲۴ء میں ہندوؤں کو اپنی (۸۷۹۹۶۵۱) لاکھ آبادی پر (۱۵۱۷۰۹) روپیہ گرانٹ مل سکتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ اس اوسط سے مسلمانوں کو اپنی (۱۲۸۱۳۳۸۳) کروڑ آبادی پر (۲۴۱۴۰۵) لاکھ کی امداد نہ ملے، لہذا ۱۹۲۴ء میں (۸۵۲۱۱۱) لاکھ روپیہ کی مقدار میں امداد کم ملی، جو مسلمانوں کا جائز حق تھا،

اسی طرح جب کہ ۱۹۲۹ء میں، غیر مسلم مدارس کو (۴۰۸۰۷۲) روپیہ امداد دی گئی، تو مسلم مدارس کو ان کی آبادی کے لحاظ سے (۷۷۶۰۳، ۱۱) لاکھ روپے کی امداد ملنی چاہیئے، لہذا اس حساب سے مسلمانوں کو (۹۷۴۲۷۲) روپیہ امداد کم دی گئی،

صوبہ متحدہ میں مسلمانوں کی تعلیمی پستی

صوبہ پنجاب و بنگال کی طرح، صوبہ متحدہ میں بھی مسلمانوں کی تعلیمی حالت بہت زیادہ خراب ہے،

صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ کی تعلیمی رپورٹ جو ۱۹۳۱ء میں شائع ہوئی ہے، اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صوبہ میں، مسلمان تعلیم میں کسقدر پیچھے ہیں،

ذیل کے نقشہ سے، صوبہ متحدہ کے مشترکہ اور اسلامیہ اسکول و مکاتب میں، مسلمان طلبہ کی تعداد معلوم ہوگی اور آپ اندازہ کر سکیں گے کہ مسلمانوں کی آبادی کے لحاظ سے، طلباء کتنے کم ہیں،

مشترکہ اور اسلامیہ اسکول و مکاتب میں مسلمان طلبہ کی تعداد

مدارس	تعداد سنہ ۱۹۳۰ء	تعداد سنہ ۱۹۳۱ء	زیادتی
مشترکہ مدارس میں	۱۳۳۴۹	۱۱۹۶۳۸	۶۲۸۹
اسلامیہ اسکولوں میں	۲۸۰۸۲	۲۹۶۱۱	۱۵۲۹
امدادی مکاتب میں	۵۲۱۲۳	۵۳۹۷۳	۱۸۵۰
غیر امدادی مکاتب میں	۱۹۲۹۳	۲۱۵۵۴	۲۲۶۱
میزان کل طلباء	۲۱۲۸۴۷	۲۲۴۷۷۶	۱۱۹۲۹
خرچ اسلامیہ اسکولوں پر	۳۵۴۴۱۰	۳۴۴۹۰۳	۹۵۰۷

اسکولوں اور غیر ملحق درسگاہوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں بھی مسلمانوں کی قلت بالکل عیاں ہے،
ذیل کے نقشہ میں مختلف اقوام کے طلبہ کی تعداد، جو صوبہ متحدہ میں سرکاری اسکولوں اور غیر ملحق درسگاہوں میں زیر تعلیم ہیں، پیش کی جاتی ہے،
جس سے مسلمانوں کے تعلیمی زوال کا حال معلوم ہوگا،

صوبہ متحدہ میں مختلف اقوام کے طلباء کی تعداد

مدارس	تعداد طلباء			
	ہندو اعلیٰ اقوام	ہندو پست اقوام	مسلمان	عیسائی پارسی وغیرہ
اسکولوں میں	۹۲۲۴۰۹	۱۱۴۳۵۲	۲۲۰۱۴۱	۱۲۷۰۴۶۶
کالجوں، یونیورسٹیوں میں	۳۸۳۱	۲	۹۲۴	۵۸۹۴
غیر ملحق درسگاہوں میں	۲۵۵۱۳	۳۴۶۴	۲۵۳۶۶	۵۵۷۵۰
میزان کل	۹۵۱۷۵۳	۱۱۷۸۱۸	۲۴۶۴۲۱	۱۳۳۳۱۱۰

یہ تو صوبہ میں مسلمانوں کی، عام تعلیمی حالت تھی، جس کی گری ہوئی حالت آپ نے دیکھی،
اسی طرح اگر صوبہ متحدہ میں، سرکاری امدادوں پر نظر ڈالی جائے، تو اس میں مسلم درسگاہوں کا حصہ بہت ہی کم دکھلائی دے گا،
امدادی درسگاہیں زیادہ تر شہروں میں ہیں اور کچھ قصبات میں، دیہات ان سے خالی ہیں، اور صوبہ متحدہ کی شہری آبادی میں مسلمان چالیس فیصدی کے قریب ہیں، لیکن مسلمانوں کی درسگاہوں کو جو امداد ملتی ہے وہ ۱۴ فیصدی یعنی اپنے حصہ کا ایک ثلث ہے، جس کی تفصیل ذیل کے نقشوں میں ملاحظہ فرمایئے،

(نقشہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمایئے)

قسم درسگاہ	جملہ درسگاہیں	مسلمانوں کی درسگاہیں	دیگر اقوام کی درسگاہیں	فیصدی مسلمان درسگاہیں	قسم درسگاہ	جملہ درسگاہیں	مسلمانوں کی درسگاہیں	دیگر اقوام کی درسگاہیں	فیصدی مسلمان درسگاہیں
انٹر کالج مردانہ	١٤	٢	١٢	١٤ فیصدی	انٹر کالج زنانہ	٣	١	٢	٣٣ فیصدی
ہائی اسکول مردانہ	١٢٦	١٦	١١٠	١٢ ״	ہائی اسکول ״	١٢	١	١١	٨ ״
مڈل اسکول ״	٦٥	٨	٥٧	١٢ ״	مڈل اسکول ״	٧٧	٢	٧	٢⅓ ״
ابتدائی اسکول ״	٣	٠	٣	٠	ابتدائی اسکول ״	١٢	٢	١٠	١٦ ״
					دیگر درسگاہیں	١٠	٠	١٠	٠

مختلف قسم کی درسگاہوں کو جو امداد ملتی ہے وہ حسب ذیل ہے؛

قسم درسگاہ	جملہ درسگاہوں کو جو امداد ملتی ہے	مسلمانوں کی درسگاہوں کو جو امداد ملتی ہے	دیگر اقوام کی درسگاہوں کو جو امداد ملتی ہے
انٹر کالج مردانہ	٢٦٩١١٢	٥٢٢٦٠	٢٦٦٨٥٢
ہائی اسکول ״	١٨٤٥٣٨٠	١٣٧٢٥٦	٩٠٨١٢٤
مڈل اسکول ״	٢٠٧٤٨٠	٣٩٢٢٨	١٩٦٨٢٥٢
ابتدائی اسکول ״	٤٥١٢	٠	٤٥١٢
انٹر کالج زنانہ	٣٧٤٩٦	١٢٥١٦	٢٤٩٨٠
ہائی اسکول ״	٦٠٩٧٢٨	١٢٧٥٦	٩٦٩٧٢
مڈل اسکول ״	١٩٩٢٧٢	٧٠٠٠	١٩٢٢٦٤
ابتدائی اسکول ״	٢٨٤٤٠	٤٤٨٢	٢٣٩٨٨
دیگر درسگاہیں	٨٦٣٦	×	٨٦٣٦
میزان کل امداد	١٩١٠١٥٦ روپیہ	٢٦٥٤٧٦ روپیہ	١٦٤٤٦٨٠ روپیہ

مندرجہ بالا اعداد سے ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے مدارس کو جو امداد ملتی ہے وہ کل رقم کا ١٤ فیصدی ہے، حالانکہ شہری

آبادی کے اعتبار سے چالیس فیصدی ملنی چاہیئے تھی لیکن حکومت نے مسلمانوں کی طرف کب التفات کیا ہے، جو آج امید کی جائے ؟

ان امور کے علاوہ صوبہ متحدہ میں اچھوت اقوام اور مسلمانوں کی تعلیمی امداد میں ایک عجیب ناقابل فہم امتیاز قائم ہے، وہ یہ کہ اچھوت اقوام کی تعلیم کے لئے، جو امدادی مدارس قائم ہیں اور جنکا انتظام براہ راست ڈسٹرکٹ بورڈ کے ہاتھ میں نہیں ہے، بلکہ اچھوت اقوام کی کمیٹیاں ان مدارس کا انتظام کرتی ہیں۔ ان مدارس کی امداد کا قاعدہ یہ ہے کہ مدرس کی کل تنخواہ مد امداد سے دیجاتی ہے اور ان اسکولوں کے فرنیچر وغیرہ بھی ڈسٹرکٹ بورڈ ہی فراہم کرتے ہیں، اس لئے یہ مدارس بظاہر تو امدادی ہیں لیکن ان کے جملہ مصارف بورڈ کے ذمہ ہوتے ہیں، اس کے برخلاف مسلمانوں کے امدادی مکاتب کا طریقہ یہ ہے کہ مدرسوں کی پوری تنخواہ بورڈ سے نہیں ملتی بلکہ تنخواہ کا ایک حصہ بورڈ دیتا ہے اور اسکولوں کے بقیہ تمام مصارف مسلمانوں کو خود برداشت کرنے پڑتے ہیں اور مفلس مسلمان ان اخراجات کے متحمل نہیں ہوسکتے، اس لئے یا تو یہ امدادی مدارس بند ہوجاتے ہیں اگر جاری بھی رہتے ہیں تو ان میں لائق مدرس دستیاب نہیں ہوتے، اور اگر کسی جگہ کوئی اچھا مدرس پہونچ جاتا ہے تو وہ ماہ بماہ تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے ملازمت ترک کردیتا ہے، اور اگر رہتا ہے تو انتہائی بددلی سے کام کرتا ہے ؟

ان وجوہ کی بنا پر مسلمانوں کے امدادی مدارس میں اکثر و بیشتر ایسے نالائق مدرس ہوتے ہیں، جنکو کہیں جگہ نہیں مل سکتی، ان حالات کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلم امدادی مکاتب کی تعلیمی حالت، نہایت خراب رہتی ہے،

اگر حکومت کو مسلمانوں کے ساتھ کچھ بھی ہمدردی ہوتی تو کم سے کم ان کے ساتھ وہ مرعات برتی جاتیں، جو اچھوتوں کے ساتھ کی جارہی ہیں ؟

تعلیم یافتہ مسلمانوں کے پیشے

تعلیمی تنزل کے ساتھ وہ پیشے اور عہدے بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے لیلئے گئے جو کسی زمانہ میں مسلمانوں ہی کے لئے مخصوص تھے، اور آہستہ آہستہ ان پر بھی اغیار کو قبضہ کرا دیا گیا، جس سے مسلمانوں میں جہالت کے ساتھ ساتھ بے کاری بھی پھیلی، اور مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ، جو اپنی ذاتی قابلیت و استعداد کی بنا پر، اپنے دست و بازو کی قوت سے کما کر زندگی بسر کیا کرتا تھا، بے کار محض ہو کر رہ گیا، اور حکومت کو دعائیں دیتا ہوا فاقہ کشی کرنے لگا ؟

ذیل کے نقشہ سے مسلم تعلیم یافتوں کے مخصوص پیشے اور عہدے اور اس میں اب مسلمانوں کی تعداد معلوم ہوگی،

خواندہ لوگوں کے پیشے اور عہدوں کی حالت جو مسلمانوں سے مخصوص تھے

نام عہدہ و پیشہ	مسلمان	دیگر اقوام	کمی و بیشی
کلرک وغیرہ	۱۹۶	۲۱۰۰	مسلمان تقریباً نصف کم
محاسب وخزانچی	۸۸۹۳	۱۷۹۸۸	〃 〃 〃
انجنیر سروس وغیرہ	۲۰۸۳	۴۳۶۶	〃 〃 〃
کلرک ٹائپ کرنے والے	۵۹۶	۱۱۷۳	〃 〃 〃
مصنف اخبار نویس مصنف، نقاش وغیرہ	۱۶۷۸	۳۱۴۹	〃 〃 〃
وکیل، مختار، قاضی	۲۲۸۹	۷۰۱۲	〃 〃 ⅓ کم
محرر عرائض نویس	۲۸۳۵	۷۴۳۴	〃 〃 ½ کم
ڈاکٹری و طب	۲۵۶۴	۲۲۶۸۳	طب میں سرکاری روک نہ ہونیکی وجہ سے مسلمان کچھ زیادہ ہیں،

تعلیم وتدریس جو مسلمانوں کا مخصوص ترین پیشہ تھا جس میں وہ ہمیشہ استاد تسلیم کئے گئے، اس فن میں ان کا مقابلہ کبھی بھی دوسری قومیں نہیں کرسکیں، اس سے مسلمانوں کو بالکل خارج کردیا گیا جس کے متعلق بعض اعداد و شمار پہلے گذر چکے ہیں،

ذیل میں صرف ضلع بجنور کے مڈل اسکولوں کا تازہ گوشوارہ پیش کیا جاتا ہے جس سے مسلمان مدرسین کی تعداد کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ پیشہ بھی مسلمانوں کے ہاتھوں سے کس طرح چھین لیا گیا،

نقشہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمایئے

ضلع بجنور کے مڈل اسکولوں کے ہندو مسلم ٹیچرز

عہدہ	ہندو	مسلمان	میزان
مڈل اسکول کے ہیڈ ماسٹر	۱۳	۱	۱۴
سکنڈ ماسٹر	۱۱	۲	۱۳
انگلش ٹیچر	۳	۱	۴
زراعت ماسٹر	۲	x	۲
میتھڈ ماسٹر	۱	x	۱
اٹنڈنس افسر	۱	x	۱
سپروائزر	۱	x	۱
میزان کل	۳۲	۴	۳۶

نقشہ سے ظاہر ہے کہ (۳۶) مدرسوں میں صرف ۴ مسلمان ہیں باوجودیکہ ضلع بجنور میں مسلم آبادی ۳۸ فیصدی ہے یہ تو ایسے صوبہ کے ایک ضلع کی حالت تھی جہاں غیر مسلم اقوام کی اکثریت ہے۔ اگرچہ یہاں بھی اپنی قلیت کے لحاظ کے بعد بھی، مسلمان بہت کم ہے۔ لیکن اس سلسلہ میں زیادہ افسوس ناک امر یہ ہے کہ مسلمانوں کی پستی کا یہی منظر وہ صوبے پیش کر رہے ہیں، جہاں مسلم آبادی زیادہ ہے، اس کی مثال صوبہ پنجاب ہے، جہاں باوجود مسلمانوں کی تعداد اور آبادی کی کثرت کے، پھر بھی مسلمان ملازمتوں میں بہت ہی کم ہیں، اور غیر مسلم اقوام کا، اقلیت میں ہوتے ہوئے، ملازمتوں پر زیادہ قبضہ ہے۔

چنانچہ محکمہ صنعت و حرفت کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شعبہ کے تمام اعلیٰ عہدوں پر غیر مسلم قابض ہیں، اور ماتحتوں میں ہیڈ کلرک سے لیکر چپراسی تک سب کے سب ہندو ہیں، ڈائرکٹر کے دفتر میں کل (۲۶) کلرک ہیں جن میں

ہندو (۲۱) ہیں اور مسلمان صرف (۵) ہیں ؎

پنجاب کے صنعتی اسکولوں میں تقریباً (۲۹) ہیڈ ماسٹر ہیں جن میں مسلمان ہیڈ ماسٹروں کی تعداد صرف (۵) ہے بقیہ غیر مسلم اقوام کے افراد ہیں،

ضلع امرتسر کے محکمہ تعلیم کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ضلع میں گذشتہ ۱۵ سال کے عرصہ میں، مسلمان ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ایک بھی متعین نہیں کیا گیا، اور غیر مسلم ڈسٹرکٹ انسپکٹروں کو قومی خدمات کے صلہ میں ترقیاں دیکر ڈپٹی انسپکٹر بنایا جا رہا ہے؎

اسی طرح بلوچستان جہاں مسلمان بلحاظ تناسب آبادی ۹۸ فیصدی ہیں یعنی تقریباً تمام آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے ان کے حقوق کو حکومت نے اس طرح نظر انداز کر رکھا ہے کہ گویا وہ اس صوبہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتے، بلوچستان کے ہر شعبہ میں غیر مسلموں کو بھر اگیا ہے، اور تمام سرکاری محکموں میں عموماً ہندوؤں کو جگہ دی گئی ہے، لیکن ذیل میں صرف محکمہ بارک ماسٹری کے اعداد و شمار کا مرقع پیش کیا جاتا ہے؎

محکمہ بارک ماسٹری کے، ہندو مسلم عہدہ دار

عہدہ	مسلمان	ہندو	میزان
ایس، ڈی، او	۱	۱۳	۱۴
سب اورسیر مستقل	۷	۲۱	۲۸
سب اورسیر عارضی	۵	۱۲	۱۷
کلرک اپر ڈویزن	ایک بھی نہیں	۱۶	۱۶
کلرک لوئر ڈویزن	۵	۳۹	۴۴
سٹورکیپر	ایک بھی نہیں	۹	۹
کلرک عارضی	۳	۵۱	۵۴
ڈرافٹسمین مستقل	۲	۹	۱۱
ڈرافٹسمین عارضی	۲	۸	۱۰
میزان کل	۲۵	۱۷۸	۲۰۳

آپ نے دیکھا کہ ۹۰ فیصدی مسلم آبادی والے صوبہ میں ۲۰۳ ملازمتوں میں، مسلمانوں کی تعداد صرف د ۔ ب اسی سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ جب بلوچستان میں، مسلمانوں کی اتنی بڑی اکثریت کے ہوتے ہوئے یہ مظالم کئے جا چکے ہیں اور کئے جا رہے ہیں۔ تو جن صوبوں میں مسلمان اقلیت میں ہیں، وہاں ان کی بے کسی و بے بسی اور حکومت کی زیادتیوں کا حال کیا ہوگا؟

تعلیم کے سلسلہ میں کہا جاتا ہے کہ تعلیمی پستی کے ذمہ دار خود مسلمان ہیں، کیونکہ انہوں نے ابتداً انگریزی تعلیم کا بائیکاٹ کیا اور اس سے علیحدہ رہے لیکن اگلے صفحات آپ کو بتلائیں گے کہ اس کے اسباب کیا تھے، اور گورنمنٹ نے انگریزی تعلیم کے متعلق جو پالیسی اختیار کی اور اسکو اپنے جن مخصوص اغراض کا آلہ بنایا، اس نے مسلمانوں کو مجبور کیا کہ وہ انگریزی تعلیم سے کنارہ کشی اختیار کریں، اس لئے اس کی پوری ذمہ داری حکومت ہی پر عائد ہوتی ہے۔

یہ ہے مسلمانوں کی تعلیمی پستی اور تعلیمی نتائج کی خرابی کا عالم جو حکومت کے ناروا طرز عمل نے ہندوستان میں پیدا کر رکھا ہے ان حالات کی موجودگی میں، مسلمانوں کو حکومت سے کیا توقع ہو سکتی ہے؟

وہ مسلمان جو اب تک بدقسمتی سے حکومت کو اپنا ہمدرد سمجھ رہے ہیں، مذکورہ بالا حالات پر غور کریں اور پھر اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کرنے کی تکلیف گوارا فرمائیں۔

۱۸

ہندوستان میں تعلیم کے رواج سے انگریزوں کا مقصد

تعلیم اور اس کی تفصیلات بیان کی جا چکیں، جس کے مطالعہ کے بعد ہر شخص یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہے، کہ ہندوستان کی تعلیمات کا نظام حد درجہ ناقص اور مایوس کن ہے، اور یہاں کی آبادی اور آمدنی کے لحاظ سے قطعاً ناکافی ہے لیکن اسی باب کی ابتداء میں انگریزوں کے اقوال پیش کئے گئے تھے، جن کا خلاصہ یہ تھا کہ ہندوستان میں تعلیم جاری نہ کی جائے بلکہ یہاں کے باشندوں کو قطعاً جاہل رکھا جائے، کیونکہ ہندوستان کے باشندے غلام ہیں اور ایک غلام کو اس کا حق نہیں کہ وہ اپنے دماغ میں تعلیم سے روشنی پیدا کرے اور اگر ان کو تعلیم سے آراستہ کیا گیا تو اس کے معنے یہ ہوں گے کہ ہم خود ان میں انکی قوت کا احساس پیدا کر رہے ہیں، اور خود اپنے خلاف ایک بڑی ذی علم اور قوی جماعت پیدا کر رہے ہیں جو آئندہ چلکر ہماری جڑوں کو کھوکھلا کر دے گی، اور

حکومت کے زوال کا باعث ہو گی ۔
اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب انگریزوں کے خیالات یہ تھے، تو پھر ہندوستان میں حکومت نے تعلیمی نظام، ناقص و بیکار ہی سہی مگر قائم کیوں کیا ؟ اور ان انگریزوں کے خیالات کے مطابق اپنے پیروں پر آپ کلہاڑی کیوں ماری ؟ اور اپنی قبر آپ ہی کیوں کھودی ؟
شاید آپ یہ سمجھ رہے ہوں کہ اہل ہند کی جہالت پر حکومت کو رحم آیا اور اس نے اپنی سلطنت کی بربادی کا خیال نہ کرتے ہوئے، یہاں کے باشندوں کی ترقی مدنظر رکھی اور ہندوستان کی فلاح و بہبود کو، حکومت پر ترجیح دی اور نظام تعلیم قائم کیا، لیکن واقعہ کچھ اور ہے اور حالات بالکل اس کے خلاف ہیں، حقیقت یہ ہے کہ جس طرح تعلیم جاری نہ کرنے سے انگریزوں کا مقصد یہ تھا کہ حکومت کی پائیداری میں فرق نہ آئے اور نظام سلطنت استوار رہے، بعینہ اسی مقصد سے تعلیمی نظام ہندوستان میں قائم کیا گیا، جس کی غرض اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ ہر سال ہندوستانیوں کا ایک بڑا گروہ انگریز بنتا رہے، عملاً زندگی کے ہر شعبہ میں، حتیٰ کہ خیالات و معتقدات میں، حکومت کا حامی بلکہ اس کا وفادار غلام اور صحیح جانشین ثابت ہو ۔
واقعات ہمیں بتلا رہے ہیں کہ ہندوستان میں تعلیم محض مذہبی اور سیاسی اغراض کے ماتحت جاری کی گئی ہے، انگریز یہ سمجھتے تھے کہ اسوقت تک ہماری حکومت کے قدم نہیں جم سکتے جب تک کہ ملک کے ساتھ ساتھ، دماغ کو بھی فتح نہ کر لیا جائے، اور ہندوستان کی ذہنیت نہ بدل دی جائے، اور تعلیم کے ذریعہ غلامی کا بیج ان کے دلوں میں نہ بو دیا جائے، چنانچہ حکومت کی پالیسی، ابتداء سے ہندوستانیوں کی تعلیم کے بارہ میں یہی رہی ،
ذیل میں انگریزوں کی وہ تحریریں نقل کی جاتی ہیں جن سے مذکورہ بالا حالات و واقعات کی تصدیق ہو گی ،
اٹھارویں صدی کے آخر میں چارلس گرانٹ نے اپنی کتاب میں، جو اشاعت تعلیم کے بارہ میں انہوں نے لکھی تھی، صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ

> اس میں کلام نہیں کہ سب سے اہم تعلیم جو ہندوستانی ہماری زبان میں پا سکتے تھے، وہ ہمارے مذہب کی تعلیم تھی، جو متعدد رسالجات میں، آسان الفاظ میں درج ہے، اور جو مکمل طریقے سے انجیل مقدس میں موجود ہے، ہندوستانیوں کی اخلاقی حالت حد درجہ خراب ہے، اور اس لئے ان کی سوسائٹی

"نہایت ذلیل ہے، ان خرابیوں کی اصلاح قوانین کے نفاذ سے ہرگز نہیں ہوسکتی، خواہ وہ قوانین کیسے ہی عمدہ کیوں نہ ہوں، دراصل تمام خرابیوں کی جڑ، ان کے مذہبی مراسم ہیں جن کی روح ان کے قوانین میں موجود ہے، اور ان کے جھوٹے ناپاک اور قابل مضحکہ مذہبی اصولوں میں مضمر ہے، ان تمام برائیوں کا واحد علاج یہی کہ ہمارے علم کی روشنی، ان لوگوں میں پہونچائی جائے، جو تاریکی میں ہیں بالخصوص ہمارے ربانی مذہب کے خالص اور پاک اصول انہیں بتائے جائیں اس بارہ میں ہماری ذمہ داری اس لئے اور بڑھ جاتی ہے کہ جس سچے مذہب سے ہم مستفیض ہو رہے ہیں، اسے دوسروں تک کیوں نہ پہونچائیں"

(تاریخ التعلیم مصنفہ سید محمود)

چارلس گرانٹ کے نزدیک ہندوستانیوں کا مذہب، ان کے مذہبی مراسم قابل مضحکہ ہیں، ان کے مذہبی اخلاق و عادات، مذہبی جماعتیں اور سوسائیٹیاں ذلیل ہیں اور ان چیزوں کی اصلاح، انگریزوں کی حکومت نہیں کرسکتی بلکہ حکومت کا مذہب کرسکتا ہے، اس لئے چارلس نے یہ مشورہ دیا کہ ہندوستانیوں میں، عیسائی علوم کی روشنی پہونچائی جائے، اور حکومت نے یہ مشورہ سرآنکھوں پر لیا، اور ہندوستانیوں کے دماغ میں مسیحی علوم کی شعاعیں پہونچنے لگیں۔

۱۸۲۳ء میں آنریبل مسٹر الفنسٹن اور الیف وارڈن نے مسئلہ تعلیم پر، ایک یادداشت مرتب کی جس میں انہوں نے اس نقصان کو تسلیم کرتے ہوئے، جو انگریزوں سے ملک کو پہونچا ہے، لکھا ہے کہ

"میں اعلانیہ تو نہیں بالواسطہ پادریوں کی حوصلہ افزائی کروں گا۔ کیونکہ اگرچہ مجھے گورنر صاحب سے اس بارہ میں اتفاق ہے کہ مذہبی امور میں، امداد کرنے سے، احتراز کیا جائے، تاہم جب تک کہ ہندوستانی لوگ، عیسائیوں کی شکایت نہ کریں۔ تب تک ان کی تعلیم کے مفید ہونے میں ذرا شبہ نہیں اگر تعلیم سے ان کی رایوں میں ایسی تبدیلی پیدا نہ ہوسکے کہ وہ اپنے مذہب کو لغو سمجھنے لگیں، تاہم اس سے وہ زیادہ ایماندار اور محنتی رعایا تو ضرور بن ہی جائیں گے"

(تاریخ التعلیم صفحہ ۱۸۲)

مسٹر الفنسٹن اور الیف وارڈن کے نزدیک ہندوستان کے نظام تعلیم کا اعلیٰ معیار تو یہ ہے کہ دماغوں میں اتنا انقلاب پیدا ہوجائے، اور خیالات اس قدر بدل جائیں کہ ہندوستانی اپنے مذہب کو لغو و مہمل سمجھنے لگے، کیونکہ

مذہبی جذبات ہی اکثر حکومت کے خلاف، قلوب میں ہیجان پیدا کرتے ہیں لیکن مذہبیت کے فنا کردینے کے بعد حکومت آزاد ہے، جس طرح چاہے مذہب اور اس کے شعائر کو پامال کرے، اور لوگوں کو مسیحیت کا پابند بنائے، کوئی پرسان حال نہیں ہوسکتا۔ اور اگر نظام تعلیم سے یہ بلند مقصد حاصل نہ ہوسکا، تو کم سے کم اتنا تو ضرور ہوگا کہ ہندوستان کی باشندے حکومت کے لئے وفادار غلام اور محنتی رعایا بن جائیں گے، اور پھر نظام حکومت آسانی سے چل سکے گا ؎

کرنل گوڈین جو پنجاب کے انسپکٹر اسکولز تھے ۱۸۸۳ء میں لکھتے ہیں کہ

> حکومت برطانیہ نے ہندوستان میں، اسکول صرف اس لئے کھولے ہیں کہ عوام الناس میں وفاداری کا جذبہ پیدا ہو اور حکومت کی بنیاد مضبوط رہے ؎

کرنل گوڈین نے اپنی ذمہ دارانہ حیثیت، ملحوظ رکھتے ہوئے تعلیم کے متعلق حکومت کی پالیسی کو بالکل واضح کردیا کہ گورنمنٹ کا مقصد ہندوستانیوں کو تعلیم یافتہ بنانا نہیں، بلکہ وہ وفادار خادم اور غلام بنانا چاہتی ہے، تاکہ تعلیم یافتہ طبقہ پر اپنی سلطنت کی بنیاد رکھ سکے ؎

لارڈ میکالے ۱۸۳۵ء کے مراسلہ میں جو ایسٹ انڈیا کمپنی کی تعلیمی حکمت عملی کے متعلق لکھا گیا ہے، لکھتے ہیں کہ

> تعلیم یافتہ ہندوستانی، ذوق طبع، رائے و اخلاق، اور خیالات میں بالکل انگریزوں کے رنگ میں رنگو جائیں گے، اس طرح ہندوستان اور انگلستان کا تعلق ہمیشہ کے واسطے مستحکم اور مضبوط بنیادوں پر قائم ہوجائے گا ؎

میکالے خوش ہے کہ ہمارے قائم کردہ تعلیمی نظام سے، ہندوستانیوں کا ذوق طبع کچھ اور ہوجائے گا، رائے بدل جائے گی، اخلاق متغیر ہوجائیں گے، خیالات پلٹ جائیں گے اور پھر اس سے ہماری دلی تمنائیں پوری ہونگی، ہندوستانیوں کے گلے میں دائمی ذلت کا طوق پڑے گا اور انگلستان کے ساتھ ہندوستان کا رشتۂ غلامی مضبوط دھاگوں سے بندھ جائے گا ؎

ان تحریروں کے مطالعہ کے بعد، تعلیم سے مقصد اور اس کی تعلیمی پالیسی واضح ہوجاتی ہے، کسی مزید تشریح کی ضرورت باقی نہیں رہتی، بہرحال حکومت نے تعلیم کے متعلق یہ تباہ کن پالیسی اختیار کی اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہی، ہندوستان کے تعلیم یافتہ طبقہ کی ذہنیت، حکومت کے ہاتھ میں چلی گئی، خیالات گورنمنٹ کے تابع ہوگئے اور ہندوستان کے پیسر

ہمیشہ کے لئے غلامی کی زنجیروں میں جکڑے گئے، چنانچہ مسٹر ہنٹر کہتا ہے، کہ

"ملک کے ساتھ دماغ بھی فتح کر لیا گیا"

اب ہندوستانیوں کے پاس دماغ ہیں مگر مفلوج، عقل و فہم ہے مگر دوسروں کے تابع، دل ہے مگر غیروں کے قبضہ میں، اب نہ وہ عقل و فکر سے، اپنے لئے کام کر سکتے ہیں، نہ دماغ سے اپنی بھلائی سوچ سکتے ہیں اور نہ خود اپنے دل میں اپنی محبت پیدا کر سکتے ہیں تمام چیزیں حکومت کے ہاتھوں کھوٹے داموں بک چکی ہیں، اور خود اپنے لئے بیکار ہو چکی ہیں

چنانچہ کونٹ اوٹومین کہتا ہے کہ

"ہندوستانیوں کے دماغ اور ذہانت کے متعلق کوئی انکار نہیں کر سکتا لیکن یہ تعجب ہے کہ کس طرح مغربی تعلیم کے طریقے نے ان کو خراب کیا، اور روایتی ذہانت و فراست کو بالکل مفلوج کر دیا"

کونٹ اوٹومین نے جو کچھ کہا واقعہ ہے، حقیقتاً اس نظام تعلیم نے ہندوستانیوں کی ذہانت اس درجہ خراب کر دی کہ وہ مغربی تہذیب و تمدن مغربی عادات و خصائل اور مغربی خیالات و عقائد کی پیروی باعث فخر سمجھنے لگے، اور یہی آزادی کا مفہوم قرار دے لیا گیا اور اس غلامی کو معراج کمال سمجھ بیٹھے،

میکولے لکھتا ہے کہ

ہم لوگ ہندوستان کے ایک طبقہ کو ضرور ایسا بنانے کی کوشش کریں گے کہ خون اور رنگ میں تو وہ ہندوستانی ہو لیکن کیفیت، خیال، ذہنیت میں بالکل انگریز جیسا ہو اگرچہ کہنے کو تو ہندوستان میں، یونیورسٹی، کالج، اسکول موجود ہیں لیکن پھر بھی ۹۵ فیصدی ہندوستانی جاہل ہیں، موجودہ انگریزی تعلیم میں اسقدر خرچ ہے کہ غربا کیا، بلکہ اوسط درجہ کے لوگ بھی، صیغہ تعلیمات کے اخراجات کو برداشت نہیں کر سکتے، لیکن جو تعلیم حاصل کرنے کی کوشش بھی کرتے اور خرچ کو برداشت کر کے اسکول یا کالج میں داخل بھی ہوتے ہیں تو یونیورسٹی کی مہربانی ان لوگوں کے ساتھ یہ ہوتی ہے کہ آدھے سے زیادہ لڑکوں کو ناکام کر دیا جاتا ہے اور تعلیم اس عنوان سے دی جاتی ہے کہ نہ تو کوئی بڑا کام انجام دے سکتے ہیں اور نہ کسی فن میں کمال حاصل کر سکتے ہیں، بلکہ غلامانہ ذہنیت ان لوگوں کے دماغ میں پیدا کر دی جاتی ہے اور بعض جو کامیاب بھی ہوتے ہیں اور اسکول یا کالج سے باہر نکلتے ہیں تو وہ حکومت کی

ملازمت یا اور کوئی دوسری نوکری کرنے لگتے ہیں اور اس غلامی کو معراج سمجھنے لگتے ہیں اور اس طرح اپنی قیمتی زندگی کو ختم کردیتے ہیں؛

غرض یہ تھی حکومت کی تعلیمی پالیسی جو ہندوستان میں برتی گئی وہ کامیاب ثابت ہوئی،

ظاہر ہے کہ جب تعلیمات کا نظام مذہبی اور سیاسی اغراض کے ماتحت قائم کیا گیا ہو تو وہ تعلیمی نقطۂ نگاہ سے کسطرح مفید ہوسکتا ہے، تعلیم کا اثر تو باہمی اتحاد۔ خیالات کی یکجہتی، اور فرقہ بندی کے فنا ہونے کی شکل میں نمودار ہوا کرتا ہے لیکن اس تعلیم نے ہندوستان میں ایک اور فرقہ پیدا کردیا اور معاشرتی نقطۂ نگاہ سے اس نے ہماری خانگی زندگی میں تفرقہ ڈالدیا چنانچہ ایوریٹڈ جے۔ سی چٹرجی سپرنٹنڈنٹ ایجوکیشن نے صوبہ دہلی کی تعلیمی رپورٹ شائع کی ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ

> معلوم یہ ہوتا ہے کہ تعلیم یافتہ افراد اور غیر تعلیم یافتہ افراد میں، تعلیم، نفاق کی ایک خلیج پیدا کردیتی ہے جس سے اندیشہ ہے کہ آیندہ سیاسیات پر عمل درآمد مشکل ہوجائے گا، اور ہمارے گھر کے معاشرتی تعلقات پر ایک غیر تسلی بخش ناگوار اثر پڑیگا،

اسی نظام تعلیم کا اثر ہے کہ آج اپنوں سے نفرت اور غیروں سے الفت پیدا ہوگئی ہے، مغربیت سے دماغوں کو اس درجہ مرعوب کردیا گیا ہے کہ مسلمانوں کے لئے نبی، اور ہندؤں کیلئے رشی کا قول لائق التفات بھی نہیں لیکن شکسپیر کا مقولہ قابل حجت اور لائق عمل ہے؛

ہندوستان کے بھولے باشندوں نے انگریزی تعلیم کا استقبال کیا، لیکن جس نے بھی اس میدان میں قدم رکھا وہ کم سے کم ہندوستانی تو باقی نہیں رہا،

مسلمان ابتداءً حکومت کے کاروبار میں بہت زیادہ دخیل تھے، ہر جگہ انہیں رسوخ حاصل تھا، یہ مشکل تھا کہ حکومت کی کوئی پالیسی ان سے مخفی رہ سکے، جب انگریزی تعلیم ہندوستان میں رائج کی گئی، تو گورنمنٹ کی ساری حکمتیں اور حکومت کے تمام مقاصد مسلمانوں کے سامنے تھے، وہ سمجھتے تھے کہ انگریزی سے حکومت کا مقصد باہمی اتحاد کو ختم کرنا اور ہندوستان کی زنجیر غلامی کو مضبوط کرنا ہے اور اس تعلیم کے ذریعہ، مغربی خیالات کو پھیلایا جارہا ہے اور مسیحی علوم کی اشاعت کی جارہی ہے اور ہندوستان سے مذہبیت فنا کی جارہی ہے جو ایک مسلمان کی عزیز ترین

متاع ہے اور جس کے لئے وہ سب کچھ قربان کر سکتا ہے۔
حکومت کی اس تعلیمی پالیسی نے ابتداً مسلمانوں کو انگریزی تعلیم سے علیحدہ رکھا مسلمان نہ صرف اس سے کنارہ کش رہے بلکہ نہایت سختی سے اس کے مخالف رہے .... چونکہ انگریزی حکومت کی زبان تھی، اس لئے ضروریات سے مجبور ہو کر مسلمانوں نے اسمیں شرکت کی لیکن نتائج، انہیں مفاسد کی شکل میں برابر نمودار ہو رہے ہیں، جنکا کہ اندیشہ اور خطرہ تھا۔

۱۹

تعلیمی متفرقات

حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدظلہ کی یادداشتوں میں بعض چیزیں ایسی ہیں، جنکا مستقل ابواب وفصول میں لانا، ہمارے لئے مشکل تھا، اس لئے متفرقات کا عنوان قائم کرکے، انہیں جمع کردیا گیا ہے، لیکن اس میں بھی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور ہر باب کے متفرقات علیحدہ علیحدہ جمع کردیئے گئے ہیں۔

دنیا کی زبانیں ماہرین السنہ کی تحقیقات کے بموجب اس وقت تمام دنیا میں (۲۴۲۴) زبانیں مروج ہیں، مثلاً یورپ میں (۸۹) ایشیا میں (۱۲۳) افریقہ میں (۱۴۲۱) امریکہ میں (۱۱۷) ہندوستان وجزائر قطب شمالی میں (۱۷) زبانیں ہیں بقیہ دوسرے مقامات میں مستعمل ہیں۔
ایک اطالوی میچوفانٹی نامی نے اب تک سب سے زیادہ زبانیں سیکھی ہیں جن کی تعداد (۱۱۴) ہے، ۱۸۴۹ء میں اس کا انتقال ہوگیا، ہر زبان کے الفاظ کی تعداد بھی مختلف ہے کسی زبان میں بہت ہی کم الفاظ ہیں اور کسی میں بہت زیادہ، جس زبان میں بہت زیادہ الفاظ ہیں اس کو آج علمی کہا جاتا ہے، کیونکہ ان کے ذریعہ ہم اپنے مطالب کو ہر حیثیت سے ادا کر سکتے ہیں
چند زبانوں کے الفاظ کا اندازہ ذیل کے مقابلہ سے معلوم ہوگا۔
انگریزی ۴ لاکھ تئیس ہزار، جرمنی ایک لاکھ ۲۷ ہزار، فرانسیسی ایک لاکھ ۲۰ ہزار، روسی ایک لاکھ ۴۰ ہزار اٹلی ایک لاکھ ۴۰ ہزار۔
مشرقی زبانوں میں وسیع ترین زبان چینی زبان ہے اس کے بعد عربی زبان کا درجہ ہے عربی بولنے والوں کی تعداد

۵ کروڑ سے زائد ہے،

جو لوگ عربی زبان بولتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی اجنبی زبانوں میں بھی مہارت رکھتے ہیں ان کی تعداد بھی خاصی ہے۔ یہ لوگ انگریزی زیادہ بولتے ہیں اور فرانسیسی کم،

چند اہم زبانوں کی تفصیلات، اختصار کا لحاظ رکھتے ہوئے ذیل میں درج کی جاتی ہیں، جو ڈاکٹر محی الدین کے ایک مضمون سے ماخوذ ہیں۔

دنیا میں جو زبانیں بولی جاتی ہیں، وہ اپنی ساخت کی نوعیت کے لحاظ سے ۳ قسم کی ہیں، ایک وہ ہیں جن میں الفاظ ہمیشہ بالکل علیحدہ علیحدہ رہتے ہیں اور جن کی ترکیبوں کا ہر جز انفرادی طور پر مستقل معنے رکھتا ہے، علاقہ چین اور ایشیا کے جنوب مشرقی حصوں مثلاً آنام، سیام، اور برما وغیرہ کی زبانیں اسی قسم میں داخل ہیں۔

دوسری قسم، دوسری وہ ہیں جن کے لفظوں کے آخری اجزا میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے، اس حد تک کہ وہی لفظ تغیرات کے بعد بالکل دوسرا اور نیا معلوم ہونے لگتا ہے، اس قسم میں وسط ایشیا کے تمام جاہل قبیلوں کی، بحر شمالی کی ان تمام باشندوں کی جو ایشیا اور یورپ، دونوں براعظموں کے انتہائی شمالی علاقوں میں مقیم ہیں اور جنوبی ہند کی جاہل اقوام کی زبانیں شامل ہیں،

تیسری قسم :۔ زبانوں کی تیسری قسم سب سے زیادہ اہم ہے، چنانچہ اس وقت ہم انہی کے متعلق چند دلچسپ مختصر سی معلومات نذر ناظرین کرتے ہیں، اس قسم میں وہ تمام زبانیں داخل ہیں جو اپنے علمی اور ادبی ذخیروں کے لحاظ سے، دنیا کی سب سے اعلیٰ زبانیں کہلائی جا سکتی ہیں، ان زبانوں کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے لفظی اجزا، ایک دوسرے سے اس قدر گھل مل جاتے ہیں اور ان میں اس قدر تغیر و تبدل ہو جاتا ہے کہ ایک زمانہ کے بعد ایک ہی لفظ متفرق شکلوں اور متعدد معنوں میں استعمال ہوتا ہوا نظر آتا ہے،

سامی :۔ زبانوں کا پہلا جتھا سامی کہلاتا ہے، جو سام بن نوح علیہ السلام سے منسوب ہے،

سامی کی مشہور اور اہم شاخوں میں آشوری (جس میں شام اور بابل کی مفقود بولیاں بھی شامل ہیں) عبرانی، فنیقی، عربی اور چند حبشی بولیوں کا شمار کیا جاتا ہے، عربی نے اسلامی مذہبی کتابوں کی وجہ سے، دنیا کی مذہبی تاریخ کے علاوہ علم لسانیات کو بہت بڑا فائدہ پہونچایا ہے،

ہند یورپی:۔ تیسری قسم کی زبانوں کا دوسرا جتھا ہند یورپی کے نام سے مشہور ہے، وہ اس وقت سامی کے مقابلہ میں نہایت وسیع اور بہت زیادہ اہم حصہ زمین پر پھیلا ہوا ہے، ہمارے وطن ہندوستان کے زیادہ علاقوں میں اس جتھے کی زبانیں بولی جاتی ہیں، انگلستان، ہالینڈ، ڈنمارک، جرمنی، اسکنڈی نے دیا، فرانس، اسپین، پرتگال اٹلی، یونان، البانیہ، ایران، بخارا، ارمینیا اور یورپی روس کے باشندے اسی جتھے کی زبانیں بولتے ہیں، جو صرف نوعیت، ساخت بلکہ نسل اور خاندان کے لحاظ سے بھی ایک دوسرے سے اسقدر قریب ہیں کہ ان کو ہم ایک ہی ماں کی متعدد بیٹیاں بھی کہہ سکتے ہیں،

اس ابتدائی زبان کو اس کی متفرق شاخوں کے ساتھ تین ناموں سے یاد کیا جاتا ہے، (۱) ہند یورپی (۲) ہند آلمانی (۳) ہند آریائی۔

سنسکرت:۔ ہند یورپی یا آریائی جتھے کی، سب سے مشہور شاخ سنسکرت یا قدیم ہندوستانی ہے، یہ زبان خاص طور پر اہم ہے کیونکہ اس کے اجزا اور اصول ترکیب، اس جتھے کی دوسری شاخوں کے مقابلہ میں زیادہ قابل فہم اور محفوظ ہیں۔

ژند:۔ دوسرا نمبر قدیم ایرانی یا ژند کا ہے، جس کی ژند تاریخ بھی نہایت قدیم لسانی شکل بھی ہیں گا تھاؤں کی صورت میں محفوظ ملتی ہے، یہ ایران کے آتش پرستوں کا قدیم اور اہم ترین ادب ہے، اسی زبان کی، ایک بعد کی شکل پہلوی نام سے یاد کی جاتی ہے ماہرین لسانیات کے لئے ژند اس لئے ایک اہم زبان ہے کہ وہ سنسکرت سے بالکل قریب اور مشابہ ہے اور دوسری اہم زبانوں کے، غیر تشفی بخش پہلوؤں پر اس کی مدد سے، اکثر اوقات خاصی روشنی پڑتی ہے،

یونانی:۔ اس جتھے کی یورپی زبانوں میں یونانی اور اس کی متفرق شاخوں کا نمبر سب سے پہلے آتا ہے، اس زبان نے دوسروں کے مقابلہ میں لفظوں اور شکلوں کے ارتقا میں ایک خاص انفرادی حیثیت کو ملحوظ رکھا ہے۔

لاطینی:۔ دوسرا نمبر لاطینی کا ہے، اس بارے میں یہ امر خوش آیند ہے کہ قدیم اٹلی کی زبانوں سے لاطینی کی موجودہ شکلوں تک کا لسانی ارتقا، نہایت صحت سے پیش کیا جا سکتا ہے اس کی اہم موجودہ شاخیں، فرانسیسی، اطالوی، ہسپانوی، پرتگالی زبانیں ہیں، یونانی و لاطینی کے ذریعہ سے ہم قدیم تخیل، اصول زندگی، اور قوانین کے انتہائی عروج کا مطالعہ کر سکتے ہیں،

کیلٹک:۔ یہ زبان کئی شاخوں پر منقسم ہے، انگلستان کے مغربی حصہ ویلز اور کانوال کے علاوہ علاقہ پر منی میں اسکی ایک

شاخ بولی جاتی ہے، "آئرلینڈ" اور اسکاٹ لینڈ کی قدیم زبانیں بھی جو آہستہ آہستہ متروک ہوتی جارہی ہیں، اسی کی دوسری شاخیں ہیں، ہند و یورپی حصے کی باقی ماندہ زبانیں، اس قسم میں داخل ہیں، جو شمالی یورپی کہلاتا ہے،

لتھوانی :- یہ زبان آج کل متفرق شکلوں میں روس اور جرمنی کے بعض ان علاقوں میں بولی جاتی ہے جو بحیرہ بالٹک کے قریب واقع ہیں، لسانیات کے طالب علموں کے لئے یہ زبان دلچسپ اور اہم ہے، کیونکہ اس نے بہت سی قدیم تصریفی شکلوں کو اب تک قائم رکھا ہے،

سلوانی :- یہ زبان متفرق شکلوں میں، بعض علاقہ جات میں مستعمل ہے،

ہندوستان کی زبانیں

جدید مردم شماری سنہ ۱۹۳۱ء کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے، کہ ہندوستان اور برما میں (۲۲۵) زبانیں مروج ہیں (۷۲۵۷۸۸۹۴۳) اشخاص صرف اپنی مادری زبان میں گفتگو کر سکتے ہیں (۷۳۵۰۳۴۶۶۳) اشخاص مادری زبان کے ساتھ امدادی زبانوں سے بھی کام لیتے ہیں، ایشیا اور افریقہ کے دیگر ممالک میں ۷۱ زبانیں مروج ہیں اور (۴۲۳۳۲۳۰۳) اشخاص صرف مادری زبان بولتے ہیں اور (۳۰۵۳۸۶) مادری زبان کے علاوہ امدادی زبانیں بھی استعمال کرتے ہیں، مندرجہ بالا اعداد و شمار کا مقابلہ ذرا یورپ کے ممالک کی زبانوں سے بھی کر کے دیکھیے، یورپ میں ۲۰ قسم کی زبانیں مروج ہیں، جن کے بولنے والوں میں (۶۰۷۹۳۲۱) اشخاص صرف مادری زبان میں گفتگو کرتے ہیں،

ذیل میں ہندوستان اور برما کی زبانوں کی تقسیم اور ان کے بولنے والوں کے اعداد و شمار درج کئے جاتے ہیں،

(نقشہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے)



نقشہ مظہر السنہ ہند و برما اور ان کے بولنے والوں کی تعداد

نام زبان	تعداد زبان	صرف مادری زبان بولنے والے	مادری زبان کیساتھ امدادی زبان بولنے والے	نام زبان	تعداد زبان	صرف مادری زبان بولنے والے	مادری زبان کیساتھ امدادی زبان بولنے والے
انڈو ٹبیٹین	۳	۶۵۴۳	۰	منگھیر	۱۰	۷۲۲۶۵۷۸	۷۳۴۳۰۴
منڈا	۷	۴۶۰۹۵۸۸	۴۷۱۰۳۸۵	چینی اور تبتی	۰	۱۲۸	۰
متی اور برمی	۰	۲۱۹۵۹۰۱۱	۱۴۱۶۷۶۱۱	تائی چینی	۱۱	۱۰۲۷۶۵۲	۵۰۳۲۰
منان کرن	۱۷	۱۳۴۶۲۳۹	۱۳۵۱۳۹۱	دراویدی	۷	۴۴۵۴۵۹۳	۴۰۳۲۲۸۷۴
درمیانی	۵	۳۶۰۹۴۱۰	۳۶۶۱۳۷۷	این ڈیبیو	۰	۱۳۰۷۰۴۹	۳۳۱۵۸۱
ایرانی	۳	۳۲۷۰۴۶۶	۳۴۵۷۱۳۴	دردی	۵	۱۵۲۲۹۳۶	۱۵۴۳۰۳۱
انڈو آرین	۱۹	۲۵۳۶۹۹۴۰۳	۲۶۱۱۰۵۹۰۹	انڈمانی	۲	۴۶۶	۰
براشسکی	۰	۲۶۰۷۶	۰	خاگی یا پہاڑی	۶	۲۵۹۹۹	۰
غیر مشہور زبانیں	۰	۲۹۸۱۳	۰				

اسی ہندوستان میں ایک زبان اردو بھی ہے، جسے عمومی زبان ہونے کے علاوہ، بدقسمتی سے مسلمانوں کے ساتھ ایک خصوصیت حاصل ہے، اس لئے ہر شخص کی آنکھیں اس پر اٹھتی ہیں،

پہلے اردو اور فارسی ہی کا یہاں چرچا تھا، کسی اور زبان کا ذکر بھی مشکل سے آتا ہوگا، ۱۸۷۱ء تک سرکاری اسکولوں میں ہندی تعلیم کا کوئی انتظام نہ تھا، بلکہ انگریزی کے علاوہ اردو اور فارسی کی تعلیم ہوتی تھی،

ہندی اور اردو زبان کا جھگڑا بعد میں شروع ہوا، اس جھگڑے کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ پہلے دفتروں سے فارسی خارج کر کے، دفتروں کی کارروائی اردو میں شروع کی گئی، اس کے بعد یہ پالیسی اختیار کی گئی کہ مختلف صوبوں کی جو زبان ہو اس میں دفتروں کی کارروائی کی جائے ؎

چنانچہ بنگال میں بنگالی زبان میں دفتر قائم کئے گئے، بہار، ممالک متوسط، ممالک متحدہ اور پنجاب کی زبان اردو قرار دیکر، دفتروں کی کارروائی اردو میں کیگئی، اس وجہ سے سرکاری اسکولوں میں ہندی کی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا، سب سے پہلے ممالک متوسط میں اس کے بعد بہار میں دفتروں سے اردو کو خارج کرکے، ہندی کو رائج کیا گیا ہم کو یہ نہیں معلوم کہ وہاں پر ہندی تعلیم کب سے شروع کی گئی، لیکن ممالک متحدہ میں ہندی اردو جھگڑے کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ ۱۸۴۰ء کے بعد ہر ایک سرکاری اسکول میں ہندی پڑھانے کے لئے ایک پنڈت مقرر کیا گیا کمشنری گورکھپور اور کمشنری الہ آباد کے بہت سے اضلاع میں جو ابتدائی تعلیم کے مدرسے قائم کئے گئے، جنکا نام اس زمانہ میں "حلقہ بندی کا مدرسہ" ہوتا تھا، ان میں زیادہ تعداد میں، ہندی کے مدرسے جاری کئے گئے اور کم تعداد میں اردو کے لیکن اودھ کمشنری روہیلکھنڈ اور کمشنری میرٹھ میں زیادہ تعداد میں اردو کے مدرسے قائم ہوئے، اور کم تعداد میں ہندی کے،

اس زمانہ میں جو ہندی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں ان کی زبان عام طور سے وہی ہوتی تھی، جو روزمرہ عام مسلمان اور عام ہندو بولتے تھے، ہندی زبان کی کتابوں میں صرف بعض الفاظ ہندی کے ایسے ہوتے تھے، جو مسلمان کائستھ اور راجپوتوں کی بول چال میں داخل نہ تھے، ہرگز اس زمانہ میں ہندی زبان کی کتابیں، اس زبان میں نہ لکھی جاتی تھیں جو آجکل ہندی زبان ہے، موجودہ زمانہ کی ہندی کتابوں کی زبان، مسلمانوں کے لئے تو بالکل ایسی غیر زبان ہے، جیسی انگریزی لیکن راجپوت اور کائستھ بھی موجودہ ہندی ریڈروں کو عام طور سے نہیں سمجھتے، غرضکہ ہندی اور اردو کا جھگڑا جس نے تعلیم کے مسئلہ میں، سخت رکاوٹ پیدا کر رکھی ہے، یہ ۱۸۵۷ء کے بعد ظہور میں آیا، اور اب تو حالات یہاں تک بدل چکے کہ بعض صوبوں میں، سرکاری اسکولوں سے اردو کا اخراج ہو چکا ہے مثلاً صوبہ برما اور سی پی باوجودیکہ برما کے تجارتی اور غیر تجارتی تعلقات ہندوستان سے بہت کافی ہیں اور سی پی میں اردو مسلمانوں کی مادری اور مذہبی زبان ہے اور ہندی و مرہٹی زبان کی ترویج، سی پی کے مسلمانوں کے لئے ناقابل برداشت،

سب سے پہلے لکھنا پڑھنا کس نے سکھایا

کہتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے ہی لکھنے پڑھنے کی بنیاد ڈالی تھی، انہوں نے عربی زبان کے حروف مٹی سے بنائے اور ان کو آگ میں پکا کر پختہ کر لیا، چنانچہ وہ طوفان نوح علیہ السلام کے بعد تک محفوظ رہے، جنسے ان کے جانشینوں نے

استفادہ کیا، اور جب سے نوشت و خواند کا سلسلہ چلا اس زمانہ میں نہ تو آج کل کے سے سفید براق کاغذ تھے، اور نہ ایک گھنٹہ میں ایک ہزار کتابیں چھاپنے والی بجلی یا بھاپ کی مشینیں تھیں اور نہ جواہر رقم، طلعت رقم جیسے خطاب والے کاتب تھے، صرف جنگل کے پتوں، جانور کی کھالوں اور مٹی کی بنی ہوئی تختیوں پر، لوہے کی کیلوں اور بکری کے کوئلوں اور جانوروں کے سخت پروں کے قلموں سے، کتابیں لکھی جاتی تھیں۔ حال ہی میں شہر موصل کے نزدیک ایک متبرک شہر نینوے میں چند ایسے پرانے کتب خانے دستیاب ہوئے ہیں، جن میں مٹی کی پکی ہوئی لوحیں (یعنی اس زمانہ کے طرز کی کتابیں) رکھی ہوئی ہیں۔

مصر و لندن کے عجائب خانوں اور قومی کتب خانوں میں بھی چند ایسی کتابیں اور دستاویزیں موجود ہیں جو کھجور کے پتوں اور ہرن کی کھالوں پر لکھی ہوئی ہیں۔

قدیم تواریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ایک قومی کتب خانہ حضرت مسیح کی پیدائش سے پانچ سو چالیس سال قبل موجود تھا، جس سے یونان و مصر و چین، کے بڑے بڑے عالموں نے استفادہ کیا ہے، مگر اب اس کا کہیں نام نہیں پایا جاتا، کیونکہ جب قیصر جولیس نے ۴۸ سال قبل مسیح، مصر کے مشہور شہر اسکندریہ کے ذخیروں کو آگ لگائی تو اس کا عظیم الشان کتب خانہ بھی، جس میں ۴ لاکھ کتابوں کا ذخیرہ تھا، جل کر برباد ہو گیا۔

مدرسے بچوں کے پاس آتے ہیں

کناڈا کے بعض علاقوں میں، مدرسوں کے اندر، بچے تعلیم حاصل کرنے کیلئے نہیں آتے بلکہ مدرسے بچوں کے پاس آتے ہیں، جب سے کناڈا کی آبادی نے وسعت اختیار کی ہے، اس وقت سے بچوں کے لئے، ہر جگہ درسگاہوں کا قیام ناممکن ہو گیا ہے، اس لئے بچوں کی تعلیمات کے سلسلہ میں، مختلف صورتیں اختیار کی گئی ہیں، ایک صورت یہ کہ بچوں کو خط و کتابت کے ذریعہ تعلیم دی جائے، اس کی صورت یہ کہ بچے اپنے سبق کے متعلق، ضروری امور کو، اپنے استادوں کے پاس، بذریعہ خط ارسال کر دیا کرتے تھے، استاد ان کی غلطیاں کو درست کر کے پھر واپس بھیجدیا کرتے تھے، اس کے بعد دوسرا طریقہ جاری ہوا۔ براڈکاسٹنگ کے ذریعہ بچوں کو تعلیم دی جانے لگی، لیکن یہ طریقہ سود مند ثابت نہ ہوا کیونکہ ہر جگہ سے بچوں کا براڈکاسٹ اسٹیشنوں پر پہونچنا ناممکن ہو گیا تھا اب ایک تیسرا طریقہ جاری کیا گیا ہے جو ہر طرح اطمینان بخش اور تعلیمی ضروریات کو پورا کرنے والا ہے، یعنی سفری اسکولوں کے ذریعہ بچوں کو تعلیم دی جانے لگی ہے، یہ درسگاہیں ریل کے ڈبوں میں قائم کی گئی ہیں، جو مختلف مقامات میں، ہر ہفتہ

روز کے بعد صرف ایک رات کے لئے ٹھیرتی ہیں اور بچے بگیوں موٹروں اور دیگر سواریوں کے ذریعہ وہاں پہونچ کر تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

بہروں اور گونگوں کی تعلیم

دنیا میں کتنے بہرے، گونگے اور اندھے افراد موجود ہوں گے، لیکن یورپ میں جس طرح ان لوگوں کیلئے تعلیم و تربیت کا انتظام ہوا ہے کم سے کم ہندوستان میں تو وہ خواب و خیال میں بھی نہیں آسکتا، حالانکہ اللہ کی یہ مخلوق تربیت کے لئے ہم سب سے زیادہ مستحق ہے اور ہمیں اس کے لئے سب سے زیادہ کوشش کرنی چاہیئے، ہندوستان میں بعض مقامات پر اس قسم کے اسکول موجود ہیں، جن میں گونگوں بہروں اور اندھوں کو تعلیم دی جاتی ہے، اس موقع پر ہیلن کیلر نامی ایک امریکن عورت کا واقعہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا، جو بہری، گونگی اور اندھی ہے لیکن نہایت معقول قابلیت رکھتی ہے، اور اسی لئے دنیا میں ایک عجیب و غریب عورت سمجھی جاتی ہے۔

اس نے الفاظ کے ہجے اس طرح سیکھے کہ لوگوں نے کیلر کو ایک پلیٹ فارم پر کھڑا کر دیا اور اس نے متعدد الفاظ کے ہجے دہرائے، وہ اس دوران میں مسکراتی جاتی تھی اور اپنی مترجمہ کے گلے اور ہونٹھ کو اس طرح چھوتی تھی، جیسے الفاظ کو سننے کے بجائے محسوس کرتی ہو،

بچپن میں وہ بالکل گونگی تھی، لیکن سالہا سال کی کوششوں کے بعد اب وہ اس لائق ہوگئی ہے کہ کسیقدر بول سکتی ہے اور اپنا مطلب سمجھا سکتی ہے، اس کو، بی اے کی ڈگری بھی حاصل ہے، ہسپانوی، فرانسیسی اور جرمنی زبانوں کا ترجمہ بھی کر لیتی ہے اور ان میں کسیقدر گفتگو بھی کر سکتی ہے، اس نے لندن میں ایک تقریر بھی کی تھی جو بڑی حیرت اور دلچسپی سے سنی گئی۔

صوبہ سرحد کی تعلیمی حالت

پنجاب یونیورسٹی کے امتحان انٹرنس کا نتیجہ ۵ رمئی ۱۹۳۳ء کو لاہور سے شائع ہوا ہے، اس پر ایک نظر ڈالنے سے، مندرجہ ذیل دلچسپ حقائق کا انکشاف ہوتا ہے۔

(۱) صوبہ سرحد میں کل ۳۰ ہائی اسکول ہیں یعنی ۱۴ گورنمنٹی، ۵ اسلامیہ، تین مشن، ۳ خالصہ اور دو ستاتن دھرم اور پانچ دیگر۔

(۲) صوبہ سرحد سے کل (۱۰۷۵) لڑکے پاس ہوئے ۷۴۳ مسلمان ۲۶۳ ہندو، ۴۰ سکھ اور ایک عیسائی یعنی کل کامیاب شدہ امیدواروں میں سے ۷۰ فیصدی مسلمان ہیں، ۲۵ فیصدی ہندو، ۴ فیصدی سکھ

(۳) صوبہ ہذا سے کل ۲۰ لڑکیاں کامیاب ہوئیں پشاور سے ۰، بنوں سے ۲، کوہاٹ سے ۱۱ ڈیرہ اسمٰعیل خاں سے (۳) یہ سب کی سب ہندو لڑکیاں ہیں۔

(۴) سب سے زیادہ لڑکے اسلامیہ کالجیٹ اسکول سے کامیاب ہوئے اور سب سے کم لڑکے گورنمنٹ اسکول ارچنا سے

(۵) ضلع پشاور سے (۲۲۲) لڑکے پاس ہوئے، ڈیرہ اسمٰعیل خاں سے (۱۰۳) بنوں سے (۸۹) ہزارہ سے (۶۱) کوہاٹ سے (۵۹) کرم سے ایک،

(۶) سب سے زیادہ مسلمان لڑکے ضلع پشاور سے پاس ہوئے اور سب سے کم ضلع بنوں سے اور سب سے زیادہ ہندو لڑکے ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خاں سے پاس ہوئے، اور سب سے کم کوہاٹ سے،

(۷) صوبہ بھر میں سب سے زیادہ نمبر عبدالرحمٰن صدیقی طالب علم مشن اسکول پشاور نے حاصل کئے اور دوسرے درجہ پر عبدالرشید متعلم اسلامیہ کالجیٹ اسکول پشاور رہا،

صوبہ سرحد کا محکمہ تعلیم

محکمہ تعلیم صوبہ سرحد، ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم کے ماتحت ہے، معائنہ کرنیوالے اسٹاف میں، ڈائرکٹر محکمہ تعلیم ایک انسپکٹر، ایک انسپکٹر دینیات تعلیم، ایک اسسٹنٹ انسپکٹر، پانچ ڈسٹرکٹ انسپکٹر، اور آٹھ اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر شامل ہیں صوبہ میں ۳ کالج ہیں، اسلامیہ کالج پشاور جس میں ایم اے اور بی، اے اور بی ایس سی تک تعلیم دی جاتی ہے، ایڈورڈ کالج پشاور میں بی، اے تک اور ویدک بھراتری کالج ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں انٹرمیڈیٹ تک تعلیم دی جاتی ہے صوبہ میں کوئی گورنمنٹ کالج نہیں ہے، صوبہ میں لڑکوں کی تعلیم کے لئے ۲۹ ہائی اسکول ہیں، جن میں سے ۱۱ کا انتظام حکومت کرتی ہے اور ۱۸ پرائیویٹ انتظام کے ماتحت چل رہے ہیں جنکو حکومت کی طرف سے گرانٹ دی جاتی ہے،

ان اسکولوں میں ۸ جماعتوں تک تعلیم دی جاتی ہے، ان میں سے بعض لوکل باڈی یعنی ڈسٹرکٹ بورڈ اور میونسپل کمیٹیوں کے ماتحت ہیں اور بعض پرائیویٹ انتظام کے ماتحت چل رہے ہیں جن کو مڈل کلاسوں کے لئے حکومت کی طرف سے

اور پرائمری جماعتوں کو ڈسٹرکٹ بورڈ اور میونسپل کمیٹیوں کی طرف سے امداد دی جاتی ہے، لوئر مڈل اسکول بھی موجود ہیں جن میں چھٹی جماعت تک تعلیم دی جاتی ہے یہ عموماً ڈسٹرکٹ بورڈ کے ماتحت ہیں،

پرائمری اسکول، ڈسٹرکٹ بورڈوں میونسپل کمیٹیوں، کنٹونمنٹ بورڈوں اور پرائیوٹ جماعتوں کے ماتحت ہیں مؤخرالذکر قسم کے اسکولوں کو مقدم الذکر مقامی ادارے امداد دیتے ہیں۔ ڈسٹرکٹ بورڈوں کو حکومت کی طرف سے امداد دیجاتی ہے، جو اندازاً خرچ کا اسیّ فیصدی ہوتی ہے پرائمری اسکولوں کے بچوں کو انسپکٹر ایک جماعت سے دوسری جماعت میں ترقی دیتے ہیں۔ بچیوں کو انسپکٹرس اور اسسٹنٹ انسپکٹرس اور ورنیکلر اسکولوں کی مڈل جماعتوں کو انسپکٹر ورنیکلر تعلیم ترقی دیتے ہیں

صوبہ میں لڑکیوں کے دو امدادی ہائی اسکول ہیں ایک پشاور میں اور ایک ایبٹ آباد میں۔ ان اسکولوں میں طالبات کی تعداد ۲۸۴ سے بڑھکر ۳۶۶ ہوگئی ہے ۲۶ مڈل اسکول ہیں جن میں ۴۷۷۳ طالبات ہیں۔ ۱۱۳ پرائمری اسکول ہیں جن میں ۷۰۰۰ طالبات تعلیم حاصل کرتی ہیں، سکنڈری سکولوں میں گذشتہ سال کی نسبت اخراجات ایک لاکھ سترہ ہزار سات سو سترہ روپیہ سے بڑھ کر ایک لاکھ ۲۵ ہزار سات سو پانچ روپیہ ہوگیا ہے، اور پرائمری اسکولوں میں ۹۵ ہزار ایک سو چار روپیہ سے بڑھکر ایک لاکھ تین ہزار نو سو چالیس ہوگیا ہے،

سنہ ۳۱-۱۹۳۰ء میں صوبہ میں ۷۹۴ کالج اور اسکول تھے جن میں تین آرٹ کالج تین ٹریننگ کالج، ۲۹ ہائی اسکول، ۲۱۳ مڈل اسکول، ۵۹۹ پرائمری اسکول اور ایک سو سترہ پرائیوٹ اسکول تھے، سنہ ۳۲-۱۹۳۱ء میں تعداد بڑھکر ۹۰۷ ہوگئی۔ ایک ٹریننگ کالج کی زیادتی ہوئی ہے، مڈل اسکولوں میں ایک کی اور پرائمری اسکولوں میں دو کی کمی ہوئی ہے، پرائیوٹ اسکولوں کی تعداد میں ۴۲ کا اضافہ ہوا ہے،

سنہ ۳۱-۱۹۳۰ء میں طلبا کی کل تعداد ۵۸۳۰۳ تھی سال سنہ ۳۲-۱۹۳۱ء میں یہ تعداد بڑھ کر ۶۲۴۸۵ ہوگئی یعنی ۴۱۸۲ طلبا کا اضافہ ہوا،

سنہ ۳۲-۱۹۳۱ء میں ۴۵۸ اسکول تھے جن میں ایک نارمل دو ہائی ۴۲ مڈل، ۴۹ پرائمری اور ۴۲ پرائیویٹ اسکول تھے سنہ ۳۲-۳۱ء میں یہ تعداد ۱۰۰ ہوگئی، مڈل اسکولوں اور پرائمری اسکولوں میں ۱۹ اور پرائیویٹ اسکولوں میں ۱۴ کا اضافہ ہوا۔ سنہ ۳۱-۱۹۳۰ء میں ان اسکولوں میں طالبات کی تعداد ۷۵۱۳ تھی اور سنہ ۳۲-۱۹۳۱ء میں یہ تعداد بڑھ کر ۱۲۰۰۷

ہوگئی یعنی ۰۵،۱۶ کا اضافہ ہوا۔

ہائی اسکولوں میں طلبا کی تعداد ۱۰۸۴۷ سے بڑھ کر ۱۲۴۴۷ و رنیکلر مڈل اسکولوں میں ۴۴۹۹ سے بڑھ کر ۳۵۲۳ اور ورنیکلر مڈل اسکولوں میں ۲۳۹۳۰ سے بڑھ کر، بہت کچھ ترقی کر گئی، ۳۲-۱۹۳۱ء میں حکومت اور لوکل باڈیز (ڈسٹرکٹ بورڈ اور میونسپل کمیٹیوں) کی طرف سے امدادی اسکولوں کو ۲۲۹۵۰۹ روپیہ کی امداد دی گئی، گذشتہ سال ۲۲۷۴۰۹ روپیہ تھا، تعمیر کے لئے ۲۹۲۷۰ روپیہ اور سامان کے لئے ۵۰۰۷ روپیہ دیا گیا ایس وی کے لئے اساتذہ کو ٹریننگ کالج میں تعلیم دیجاتی ہے اور جے وی کو ٹریننگ کالج پشاور۔ ڈیرہ اسمٰعیل خاں اور غزنی خیل (ضلع بنوں) میں ٹریننگ دیا جاتا ہے۔ ۳۱ مارچ ۱۹۳۲ء کو ایس وی میں چالیس اور جے وی میں ۱۶۳ اساتذہ زیر تربیت تھے۔ عورتوں کے لئے ایس وی اور جے وی کا انتظام نارمل اسکول پشاور میں ہے ۳۱-۱۹۳۰ء میں ان کی تعداد ۳۳ اور ۳۲-۱۹۳۱ء میں ۴۸ تھی۔ عورتوں کی ٹریننگ کی مدت دو سال اور مردوں کی ایک سال ہے۔ اس عرصہ کو ۲ سال تک بڑھانے کا مسئلہ زیر غور ہے۔ بی۔ ٹی۔ ایس۔ اے وی اور جے۔ اے۔ وی کیلئے پنجاب بھیجا جاتا ہے، ۳۱-۱۹۳۰ء میں کل ۸۷ اسکول تھے، جن میں ۷۷ پبلک سکول تھے۔ اور ۱۰ پرائیویٹ اسکول تھے۔ ان میں طلبا کی تعداد علی الترتیب ۳۴۴۶ اور ۲۳۰ یعنی کل ۳۶۷۶ تھی، جن پر ایک لاکھ ترسی ہزار نو روپیہ صرف ہوتا تھا۔ سال ۳۲-۱۹۳۱ء میں ایک پبلک اسکول کم ہوگیا۔ اور طلبا کی تعداد میں ۲۶۳ کی کمی واقع ہوگئی لیکن اخراجات میں ۳ ہزار ۶ سو ۳۰ روپیہ کا اضافہ ہوگیا۔ ستوروں کے علاقوں میں بمقام بسکہ (ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خاں) ایک پرائمری اسکول کھولا گیا ہے، پارہ چنار اور علمی زئی و کرم ایجنسی اور سپین درن اور جمرود کے علاوہ مالاکنڈ ایجنسی میں پانچ اسکولوں کے لئے عمارتیں تعمیر کیگئیں تخفیف کے باعث پانچ سالہ پروگرام کو ترک کرنا پڑا۔ گرلز اسکولوں میں تخفیف کا کوئی اثر نہیں پڑا۔ پانچ جدید اسکول کھولے گئے اور گرلز اسکولوں کی تعمیر کے لئے ڈسٹرکٹ بورڈوں کو پچیس ۲۵ ہزار روپیہ کی امداد دی گئی۔

بعض ممالک کی تعلیمی حالت

عراق | حکومت عراق کے سرکاری اعلان کے مطابق، عراق کے سرکاری اور غیر سرکاری مدارس میں طلبا کی تعداد

تعداد پچاس ہزار ہے دو سو طلبا کو حکومت نے ممالک غیر میں اعلیٰ تعلیم کی غرض سے روانہ کیا ہے ان دو سو میں ۲۰ طالبات بھی شامل ہیں ؎

یمن

امام یحییٰ حمید الدین والئے یمن جب سے سریر آرائے سلطنت ہوئے، انہوں نے تمام شعبوں کے علاوہ، تعلیمی شعبہ کی طرف خاص توجہ کی ہے، ان کا بہترین علمی کارنامہ، صنعار کی علمی درسگاہ ہے، جسکو مدرسہ علمیہ کے نام سے پکارا جاتا ہے، اس کا نظام تعلیم، بغداد کے دینی دار العلوم سے ملتا جلتا ہے، اس مدرسہ میں ۳ سو طالب علم تعلیم حاصل کرتے ہیں اور نصاب تعلیم سات سال کا ہے، امام یحییٰ کا ارادہ ہے کہ اس مدرسہ کو ایک عظیم الشان عربی یونیورسٹی کی شکل میں ترقی دیدی جائے، اس مقصد کے لئے امام نے بڑی بڑی جاگیریں بطور وقف مدرسہ کے نام کردی ہیں، مدرسہ کی اہمیت اور امام کی نظر التفات کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ خود امام کے بیٹے اسمیں معلم ہیں اور طلباء کو باقاعدہ درس دیتے ہیں، اس مدرسہ کے علاوہ ایک یتیم خانہ بھی ہے جس میں ۸۰۰ یتیم بچے حکومت کی نگرانی میں تعلیم حاصل کرتے ہیں ؎

امام موصوف نے قومی اور اسلامی ہمدردی کا خیال کرتے ہوئے اپنے بعض بچوں کو بھی اس یتیم خانہ میں داخل کردیا ہے امام ہی کے دور حکومت میں "ازال" میں ایک عربی جامعہ قائم کیا گیا ہے، اور مختلف اطراف میں ۴۰۰ ابتدائی تعلیم کے لئے درسگاہیں کھولی گئی ہیں ؎

چینی ترکستان

سوائے دینی تعلیم کے، دوسری تعلیم نہیں، مدرسے بہت سے ہیں، صرف کاشغر میں ۸ یا ۹ مدرسے ہیں، بالشویکی حکومت سے پہلے بہت طالب علم بخارا جاکر بھی تعلیم حاصل کیا کرتے تھے، ہندوستان میں بھی مدرسہ دیوبند میں چند ایک طالب علم ہیں، تعلیم کی کمی کی وجہ سے اکثر دنیا کے دیگر ممالک اور ان کے واقعات سے محض بے خبر ہیں، اکثر یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے ملک کے سوا، دوسرا کوئی ملک نہیں ؎

سوریہ (شام)

شامی حکومت کے شائع کردہ اعداد و شمار کے مطابق وہاں کی تعلیمی حالت کا صحیح اندازہ ذیل کے نقشہ سے کیا جاسکتا ہے ؎

(نقشہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

شامی درسگاہیں

مقام	تعداد درسگاہ	تعداد طلباء	مقام	تعداد درسگاہ	تعداد طلباء
سوریہ	۳۱۲	۳۱۸۷۶	لازقیہ	۱۰۰	۶۸۷۰
اسکندریہ	۶۷	۳۹۹۵	جبل دروز	۴۴	۳۴۰۰
جمہوری لبنان	۱۲۹	۱۳۳۳			

اجنبی درسگاہیں

اجنبی درسگاہیں اس کے علاوہ ہیں، ان کے اعداد و شمار حسب ذیل ہیں

ممالک اجنبی	تعداد درسگاہ	تعداد طلباء	ممالک اجنبی	تعداد درسگاہ	تعداد طلباء
فرانسیسی مدارس	۴۳۳	۴۲۹۸۶	امریکن مدارس	۹۵	۶۰۲۰
انگریزی مدارس	۵۳۱	۲۲۵۶	اطالوی مدارس	۱۵	۱۴۰۰
جرمنی اور سوئیڈن کے مدارس	×	۸۰۰			

ٹیونس

ٹیونس میں جتنے مدارس حکومت کی طرف سے جاری ہیں، ان میں اگرچہ عربی و فرانسیسی زبان کے علاوہ بقدر ضرورت دینی و مذہبی تعلیم بھی دی جاتی ہے، لیکن وہ اس قدر کم تعداد میں ہیں جو وہاں کی ضرورت کو پورا نہیں کر سکتے۔ ایجوکیشنل ڈیپارٹمنٹ نے بھی اسکولوں کی تعداد میں اضافہ کرنے سے بجٹ میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے انکار کر دیا ہے کیونکہ

ابھی حال ہی میں تسو اسکول حکومت کی جانب سے جاری کئے جا چکے ہیں، ٹیونس کے مسلمانوں نے صورت حال دیکھتے ہوئے، بہت سے قومی مدارس کی بنیاد ڈالنے کا ارادہ کرلیا ہے، اور فی الحال حسب ذیل ۱۲ مدارس جاری کرتے ہیں، اس دوران انتظام میں بہت سے بچوں کا بہت سا قیمتی وقت ضائع ہوا، اس لئے قوم کی با اقتدار اور ذی اثر ہستیاں بڑی سرگرمی دکھلا رہی ہیں

نام شہر	نام مدرسہ	طلبار	مدرسین	نام شہر	نام مدرسہ	طلبار	مدرسین
ٹیونس	مدرسۃ القرآنیہ	۲۷۰	۸	القیروان	مدرسہ قرآنیہ	۳۲۴	۵
صفاقس	〃 ہلالیہ	۳۱۰	۸	بنزرت	〃	۱۵۸	۵
〃	〃 نجاحیہ	۱۷۱	۶	المکنین	〃	۳۴۳	۶
〃	〃 سعادتیہ	۱۹۰	۷	ہنچستیر	مدرسہ علیمیہ	۱۸۰	۷
〃	〃 حسینیہ	۱۳۵	۵	صفاقس	〃 تہذیبیہ	۳۱۰	۷
〃	〃 ادبیہ	۱۲۴	۶	میزان		۲۵۳۳	۷۶
سوسہ	[illegible]	۱۷۴	۶				

جاوا (جزائر شرق الہند)

ابتدائی تعلیم جسکا اجراء ۱۸۴۸ء میں ہوا، سرکاری و غیر سرکاری دونوں جاری ہیں، اگر ڈچ جزائر شرق الہند کے تعلیمی نظام کا مقابلہ جزیرہ فلپائن کے تعلیمی لائحہ عمل کے ساتھ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ فلپائن میں اس علاقہ کی نسبت تعلیم زیادہ وسیع پیمانہ پر جاری ہے، البتہ اس علاقہ میں تعلیم جدید اصول کے مطابق دی جاتی ہے، اور تعلیم مکمل ہوتی ہے، ہنوز ۹۵ فیصدی آبادی جاہل ہے، طلبہ کی تعداد ۹ لاکھ ہے اور ہر سال تعلیم پر ۸۰ ہزار پونڈ خرچ کئے جاتے ہیں۔

آخری مردم شماری سے معلوم ہوتا ہے کہ جاوا میں ۲۴۱۹۱ اسکول ہیں جنمیں ۶۳۳۶۴۸ طلبہ تعلیم پاتے ہیں، ان میں وہ اعلیٰ تعلیمی ادارے شامل نہیں جہاں انجینئرنگ، تجارت، طب اور قانون کی تعلیم دی جاتی ہے، گذشتہ اگست ۱۹۳۵ء میں جاوا کے تعلیم یافتہ اشخاص کے متعلق حسب ذیل اعداد و شمار پیش کئے گئے ہیں کہ ۱۰ لاکھ آدمی ملایا زبان جانتے ہیں، ۵۰ لاکھ جاوی زبان، اور ۴ لاکھ کی سنڈانی زبان ہے، ۲ لاکھ مدرونی زبان سے واقف ہیں، اب ملایائی اور جاوی زبان کو بھی رومن میں لکھنے کا رواج ترقی پر ہے۔ اور عربی حروف ترک کئے جا رہے ہیں، تعلیم یافتہ جاویوں میں ڈچ زبان کی تعلیم زیادہ عام ہوتی جا رہی ہے۔

ختم شد

دیوبند اور ادارۂ تصنیف

یہ ایک حقیقت ہے کہ دیوبند اس وقت دنیائے اسلام کی مذہبیات و روحانیات کا مرکز بنا ہوا ہے آج فضلائے دیوبند دنیا کے ہر ملک میں پھیل چکے ہیں اور مفید اسلامی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ضرورت تھی کہ دیوبند میں باضابطہ طور پر ایک ادارۂ تصنیف ہو جو نشر علوم اسلامیہ کی وقیع خدمات انجام دے۔ بحمداللہ کہ اب وہ وقت بھی آ پہنچا۔ اور چند کمزور مگر مخلص ہاتھوں نے اس شعبہ کو مجلس قاسم المعارف کے نام سے دیوبند میں قائم کردیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کام میں برکت اور خلوص عطا فرمائے۔ (آمین)

مقاصد مجلس قاسم المعارف

(۱) نشر علوم اسلامیہ (۲) اشاعت علوم وفنون جدیدہ (۳) ترقی اردو

اراکین مجلس قاسم المعارف

مولانا مولوی محمد ایوب صاحب فاضل دیوبند — مولانا مولوی سید منت اللہ صاحب فاضل دیوبند

مولانا مولوی سید محمد اصلح صاحب حسینی صہبا فاضل دیوبند — مولانا مولوی غلام انور صاحب صابری دیوبند

مولانا مولوی وحید الدین صاحب فاضل دیوبند

خادم

سلطان الحق ذاکر قاسمی

ناظم مجلس قاسم المعارف

دیوبند (یوپی)

اکابر کی آرار

تقریظ

فخر العلما حضرت مولانا مولوی ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت بہار

مجھے مسرت ہے کہ دار العلوم دیوبند کے چند ممتاز اور باہمت نوجوان فضلائے دیوبند میں ایک ادارۂ تصنیف مجلس قاسم المعارف کے نام سے قائم کیا ہے جس کا پہلا شاندار کارنامہ "تعلیمی ہند" ہے۔ میری رائے میں یہ کتاب صحت معلومات، کثرت مواد۔ ترتیب نفیس اور زبان کی عمدگی کے لحاظ سے ملک میں وقعت کی نظر سے دیکھی جائے گی۔ میں ملک کے سمجھدار نوجوان طبقہ سے امید کرتا ہوں کہ وہ اس کا ایک نسخہ ضرور اپنے مطالعہ میں رکھیں اور جہاں تک ہو سکے اس کتاب کی اشاعت میں حصہ لیں۔ فقط والسلام

فقیر ابوالمحاسن محمد سجاد کان اللہ لہ

از دہلی

تقریظ

حضرت شیخ الادب مولانا مولوی محمد اعزاز علی صاحب نائب امیر الہند استاذ دار العلوم دیوبند

حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ میں نے اس رسالہ کے چند اوراق دیکھے اس رسالہ کے متعلق صحیح رائے صرف ان حضرات کی ہو سکتی ہے جنہوں نے حکومت برطانیہ کے ارتقا کی تاریخ کا غیر جانبدارانہ مطالعہ کیا۔ موافق اور مخالف دونوں قسم کی شہادتیں انکے سامنے ہوں لیکن چونکہ اس رسالہ میں حکومت برطانیہ کے اراکین و اساطین کی شہادتیں ہیں، اس لئے ان شہادتوں کے مطالعہ کے بعد ہر انسان جو عقل سے محروم اور حواس سے عاری نہو صحیح نتیجہ پر پہونچ سکتا ہے۔ میں ان اوراق سے جس نتیجہ پر پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ یہ رسالہ انشاء اللہ نتیجہ خیز اور حکومت برطانیہ کے برکات کو صحیح معنی میں منظر عام پر لانیوالا ہوگا اور مجھکو یقین ہے کہ حکومت پرستوں اور انتہا پسندوں کی باہمی منازعت اس رسالہ کے مطالعہ کے بعد باقی نرہیگی

محمد اعزاز علی غفرلہ امروہی
مقیم دار العلوم دیوبند
۲۹ ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ

(مطبوعہ محبوب المطابع برقی پریس دہلی)